Monthly : 35/-
Yearly : 350/-

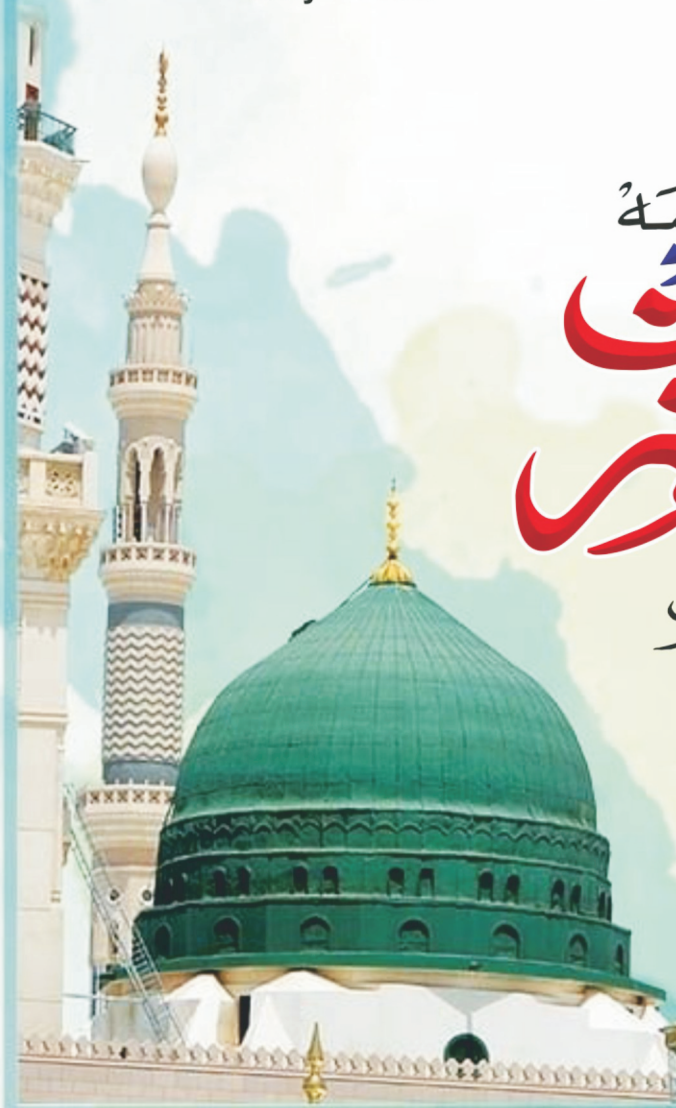

ماھنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

مدیر اعلیٰ

(مولانا) محمد سبحان رضا خان "سبحانی میاں"

ربیع الاول | ۱۴۴۶ھ

ستمبر | ۲۰۲۴ء

Scan this to Pay

ماہنامہ کی ممبری فیس یا دار العلوم منظر اسلام کے تعاون کی رقم بھیجنے کے لئے اسے اسکین کریں۔

گوشہ ادارت

۱۔ کلام الامام امام الکلام
۲۔ پیغام
۳۔ ہندوستانی مدارس میں بنیادی اصلاحات۔ وقت کی اہم ضرورت

مستقل کالم

۱۔ باب التفسیر
۲۔ باب الحدیث
۳۔ فتاویٰ منظر اسلام

خوان مضامین

۱۔ جنگ فلسطین کے موجودہ حالات
۲۔ امریکہ میں بینک سے قرض لینے کی شرعی حیثیت
۳۔ جامعہ حبیبیہ کو بچائیں
۴۔ اظہار محبت رسول سے گلشن حیات عطر بیز ہے
۵۔ ذات غوث اعظم۔ شریعت وطریقت کا ایک حسین سنگم
۶۔ سنی کی تعریف
۷۔ اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت۔ احترام سادات
۸۔ حضرت جیلانی میاں۔ درخشاں منارۂ ہدایت
۹۔ امام احمد رضا اور حواشی حدیث۔ ایک جائزہ
۱۰۔ اعلیٰ حضرت کا آخری فتویٰ

ایک اہم پیغام

حامداً وّمصلیاً وّ مسلماً!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں امت مسلمہ میں پیدا کیا اور ہمیں ما انا علیہ و اصحابی کی شاہراہ حق و صداقت اور راہ نجات پر گامزن رکھا۔ ہمارے ذہن و دماغ کو عقائد اہل سنت کی تقدس مآب روشنی سے جگمگ فرمایا اور ہمارے وجود کو معمولات اہل سنت پر عمل کرنے کی خوشبو سے معطر کیا۔ اللہ رب العزت نے فضل فرماتے ہوئے ہمیں عشق رسول کی دولت سے مالا مال فرمایا اور آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کرام کو ہمارے لیے ''نجوم ہدایت'' اپنی عترت پاک اور اپنے اہل بیت اطہار کو ہم سب کے لیے ''سفینۂ نجات'' بنایا جس کی وجہ سے ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت کا بیڑا ان شاء اللہ ضرور پار لگے گا۔ ہمیں اپنی خوش نصیبی پر ناز ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں اسلاف کرام اور مشائخ اہل سنت کے دامنوں سے وابستہ فرمایا۔ بلاشبہ یہ ایمانی دولت اور خوش عقیدگی کی یہ نعمت بہت بیش قیمتی ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت کرنا ہم سب کا ایک اہم فرض ہے۔ ہمیں ہمہ وقت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ کس طرح ہمیں اپنے ایمان و عقیدہ کو محفوظ کرنا ہے؟ اس کا علم رکھنا ضروری ہے۔ آج کے اس پُرفتن دور میں طرح طرح سے دشمنان اسلام ہمارے جذبۂ ایمانی اور ہماری مذہبی شناخت کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ حاسدین مذہب و مسلک ہماری خوش عقیدگی کو بدعقیدگی میں بدلنے، ہمیں ما انا علیہ و اصحابی کے کامیاب ترین راستے سے بھٹکا کر اللہ و رسول اور صحابۂ کرام کا گستاخ و بے ادب نیز اسلاف و امت کا باغی بنانے میں جی توڑ کوشش کر رہے ہیں۔

ایرانی دولت کی بنیاد پر آج برصغیر میں ایک طبقہ اہل سنت و جماعت کو بالکلیہ رافضی تو نہیں البتہ نیم رافضی اور کم از کم تفضیلی بنانے کی تحریک نہایت تیزی کے ساتھ چلا رہا ہے۔ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج نہایت ہی شاطرانہ انداز میں اس رافضی طبقہ نے اس کام کے لیے ماضی قریب کے ہمارے اکابر اہل سنت سے بغض و حسد رکھنے والے کچھ اہل خانقاہ کو اپنا ایجنٹ بنالیا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ کوئی رافضی شناخت رکھنے والا، اہل سنت و جماعت کے کسی سمجھدار فرد کو براہ راست نہ تو اپنے سے قریب کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے جال میں پھنسا سکتا ہے۔ اس لیے مال و زر کا لالچ دے کر اس رافضی طبقہ نے ہمارے ہی گھر سے کچھ افراد کا انتخاب کیا ہے۔ آج تیزی کے ساتھ یہ طبقہ اپنے ہی سنی بھائیوں کو رافضیت اور تفضیلیت کے معمولات پر گامزن کر رہا ہے۔ کبھی ''مشاجرات صحابۂ کرام'' میں انہیں الجھا کر ان سے بدظن کرتا ہے تو کبھی ''عید غدیر'' منانے کی انہیں ترغیب دیتا ہے۔ کبھی ان پر اپنے نام کے ساتھ ''مولائی'' لکھنے کا زور ڈالتا ہے تو کبھی تعزیہ داری، نوحہ خوانی، عَلَم و جریدوں کے جلوس نکالنے، عزاداری کی رسم ادا کرنے اور امام باڑوں میں جانے پر زور دیتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں رافضیت و تفضیلیت کی یہ بلا و وبا سوشل میڈیا کے ذریعہ پڑوسی ملک پاکستان سے سیلاب کی طرح آرہی ہے۔ اس بلا و وبا کے سیلاب پر بند باندھنا بہت ضروری ہے۔ ہماری جماعت کے علماء و مشائخ اور ارباب خانقاہ کو اب اس سلسلہ میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ منصوبہ بند طریقے سے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ ہم سب کو مذہب اہل سنت پر قائم رکھے اور ہم سب کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

خادم مرکز اہل سنت، خانقاہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United PRINTERS BAREILLY (M) 9319623803, 9548639384

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
”جیلانی میاں“ علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۶۴ رشمارہ نمبر ۶، ۷

ربیع الاول ۱۴۴۶ھ
ستمبر ۲۰۲۴ء
September 2024

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری ”سبحانی میاں“ مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت

حضرت مفتی محمد شمیم اشرف ازہری خطیب اعظم ماریشس
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا محمد فروغ القادری صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا محمد محسن صاحب انگلینڈ

حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
حضرت مولانا قاری غلام محی الدین صاحب انگلینڈ
عالی جناب محترم طارق بھٹی صاحب موریشس
عالی جناب الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس

مجلس ادارت

مدیر	حضرت علامہ قاری عبدالرحمٰن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی	حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب	حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار	جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	جناب مرزا توحید بیگ رضوی

کلام الامام - امام الکلام

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطردان ہے

عرش پہ جاکے مرغ عقل تھک کے گرا غش آگیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیئے سر کو روکیئے ہاں یہی امتحان ہے

خوف نہ رکھ رضؔا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کردی جائیگی۔

ترسیل زر ومراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴ رسوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

ماہنامہ کی ممبری فیس یا دارالعلوم منظر اسلام کے تعاون کی رقم بھیجنے کے لئے اسے اسکین کریں۔

Scan this to Pay

زرسالانہ ممبرشپ	
فی شمارہ:	35/-
زرسالانہ:	350/-
بیرون ملک:	35$ / امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر **"مولانا سبحان رضا خاں"** نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

گوشہ ادارت

۱۔کلام الامام امام الکلام	حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ	۳
۲۔پیغام	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۲
۳۔ہندوستانی مدارس میں بنیادی اصلاحات۔وقت کی اہم ضرورت	اداریہ از قلم مدیر اعزازی محمد سلیم بریلوی	۵

مستقل کالم

۱۔باب التفسیر	مولانا ابرار الحق رحمانی	۱۶
۲۔باب الحدیث	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۱۷
۳۔فتاویٰ منظر اسلام	حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری	۱۸

خوان مضامین

۱۔جنگ فلسطین کے موجودہ حالات	مولانا طارق انور مصباحی	۱۹
۲۔امریکہ میں بینک سے قرض لینے کی شرعی حیثیت	مفتی قمر الحسن بستوی، امریکہ	۲۳
۳۔جامعہ حبیبیہ کو بچائیں	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۳۲
۴۔اظہار محبت رسول سے گلشن حیات عطر بیز ہے	مولانا غلام مصطفیٰ رضوی	۳۵
۵۔ذات غوث اعظم۔شریعت وطریقت کا ایک حسین سنگم	حافظ افتخار احمد قادری	۳۸
۶۔سنی کی تعریف	الفقیہ امرتسر	۴۲
۷۔اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت۔احترام سادات	مفتی سید ریحان معظمی	۴۳
۸۔حضرت جیلانی میاں۔درخشاں منارۂ ہدایت	مفتی محمود احمد رفاقتی	۴۷
۹۔امام احمد رضا اور حواشی حدیث۔ایک جائزہ	علامہ شمس بریلوی	۵۰
۱۰۔اعلیٰ حضرت کا آخری فتویٰ	مولانا محمد انعام المصطفیٰ اعظمی	۵۹

منظوم کلام

۱۔نعت پاک	مفتی مبین احمد مصباحی	۶۰

خبریں

۱۔مسلم بورڈ نیپال۔قیام وسرگرمیاں	ڈاکٹر مبشر حسن، نیپال	۶۱

ہندوستانی مدارس میں بنیادی اصلاحات۔وقت کی اہم ضرورت

اداریہ:-مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیراعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظراسلام، بریلی شریف

مدارس اسلامیہ کے وجود پر سوالیہ نشانات: آزادی ہند اور تقسیم ہند کے بعد ہی سے زعفرانی ذہنیت رکھنے والے متعصب افراد، مدارس اسلامیہ ہند کے وجود پر سوالیہ نشان لگاتے چلے آرہے ہیں۔یہ لوگ ان مدارس پر طرح طرح کی الزامات لگاتے ہیں۔کبھی ان مدارس کو یہ دہشت گردی کا اڈّا بتاتے ہیں تو کبھی انہیں نفرت پھیلانے کی فیکٹری قرار دیتے ہیں۔کبھی انہیں ملک کی سلامیت کے لئے خطرہ بتاتے ہیں تو کبھی انہیں ملک سے غداری کرنے والے افراد کی تربیت گاہ قرار دیتے ہیں۔

دہائیاں گزر گئیں مگر لاکھ کوششوں کے باوجود اس سلسلہ میں یہ کوئی ٹھوس ثبوت آج تک مہیا نہ کرا سکے۔فرضی الزامات اور جعلی کہانیوں کی آڑ میں اس درمیان انہوں نے متعدد مدارس کو جانچ و تفتیش کا نشانہ بنایا، بہت سے وابستگان مدارس کو فرضی مقدموں میں پھنسایا، مختلف جانچ ایجنسیوں کے ذریعہ انہوں نے مدارس کو کھنگال ڈالا مگر انہیں کوئی ایسا پختہ ثبوت آج تک نہ مل سکا جو ان کے خود ساختہ الزامات کی صداقت کو ثابت کر پاتا۔ان ساری سچائیوں کے باوجود مدارس اسلامیہ کے تعلق سے ان کے ذہن و دماغ میں جو زہر بھرا ہوا ہے وہ آج تک کم نہ ہو سکا بلکہ امتداد زمانہ کے ساتھ اس میں مزید اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

پہلے یہ الزامات انفرادی طور پر عائد کئے جاتے تھے مگر اب باضابطہ طور پر حکومت کے سسٹم میں شامل ذمہ دار آفیسران، میڈیا سے وابستہ افراد اور سیاسی جماعتوں کی نمائندگی کرنے والے لیڈران پر مشتمل ایک بڑی جمعیت مدارس اسلامیہ ہند کے خلاف علی الاعلان برسرپیکار ہے۔

مدارس سے دشمنی کی اصل وجہ: مذکورہ افراد مدارس کے خلاف جو زہرافشانی کرتے ہیں اس کی بظاہر وجوہات کے ذیل میں بنیادی طور پر یہ لوگ ملک کی سلامیت کو خطرہ لاحق ہونا، ملک سے غداری کرنے والے افراد پر نکیل کسنا اور مدارس اسلامیہ کے طلبہ کا میدان ترقی سے کٹ جانا قرار دیتے ہیں۔مگر ان کی بیان کردہ یہ وجوہات بالکلیہ خود ساختہ، فرضی اور بالکل بے بنیاد ہیں۔اصل وجہ اسلام دشمنی ہے۔کیونکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ سے مسلمانوں کی وفاداری، شعائر اسلامیہ سے ان کی وابستگی، مذہب اسلام سے ان کی وارفتگی اور پیغمبر اسلام سے ان کی محبت و شیفتگی کو اگر مسلمانوں کے ذہن و دماغ سے نکالنا ہے اور انہیں صرف نام کا مسلمان بنائے رکھنا ہے تو سب سے پہلے مدارس کے وجود کو ختم کرنا ہوگا یا ان کے نظام تعلیم، طریقۂ درس و تدریس اور نصاب تعلیم کو اس طرح تبدیل کرنا ہوگا کہ مدارس اسلامیہ کی اصل روح ختم ہو جائے اور یہ بھی محض نام کے ہی مدارس رہ جائیں۔

مدارس سے ہی ہے روح اسلام کی بقا: مدارس سے دشمنی

رکھنے والے زعفرانی ذہنیت کے افراد نے مدارس اسلامیہ ہند کے تشخص اور ان کی روح کو ختم کرنے کا منصوبہ صرف ہوا میں نہیں بنایا بلکہ کئی دہائیوں تک انہوں نے ان ممالک کی تاریخ کا گہرائی سے جائزہ لیا کہ جہاں اسلام، شریعت اسلامیہ اور دینی تعلیم کا غلبہ وغلغلہ تھا مگر آج نہ تو وہاں مذہب اسلام کی اصل روح باقی رہی، نہ شریعت اسلامیہ کی پاسداری قائم رہی اور نہ ہی دینی تعلیم کا غلغلہ بلند رہا۔ آپ دیکھیں کہ اسپین، اندلس، سمرقند، بخارا، ترکی، غرناطہ، تاشقند، عراق اور ایران کے متعدد شہر جو ایک زمانہ میں دینی تعلیم کے مراکز ہوا کرتے تھے، ان ممالک اور ان شہروں کی ایک عظیم تاریخ تھی۔ اسلامی و مذہبی لٹریچر کا زیادہ تر حصہ امت مسلمہ کو ان ہی ممالک اور ان ہی شہروں کی بدولت حاصل ہوا۔ لیکن آج اگر ہم ان ممالک اسلامیہ اور ان اسلامی شہروں کا جائزہ لیں تو بہت سے خطے ان میں ایسے ہیں کہ جہاں اب مذہب اسلام کے ماننے والے ہی باقی نہ رہے، بہت سے خطے وہ ہیں کہ جہاں مذہب اسلام اور مسلمان تو ہیں لیکن اسلامی تہذیب و ثقافت سے دور، شریعت اسلامیہ سے نا آشنا اور اسلامی تشخص سے بے گانہ نظر آتے ہیں۔ ان خطوں میں آج مسلمانوں کا جو مذہبی انحطاط ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان خطوں میں سب سے پہلے مدارس اسلامیہ انحطاط پذیر ہوئے۔ یہاں کے مسلمانوں کو اس حالت میں پہنچانے والے افراد نے سب سے پہلے ان خطوں اور ان ممالک سے مدارس اسلامیہ کا وجود ختم کیا، مدارس کے تشخص کا خاتمہ کیا، مدارس کی اصل روح کو فنا کیا اور جب یہ دشمنان اسلام اپنے ان منصوبوں میں کامیاب ہو گئے تب وہ یہاں کے مسلمانوں کے ذہن و دماغ سے اسلامی روح کو ختم کرنے میں بہت آسانی کے ساتھ کامیاب ہو گئے۔ اس لیے مذہب اسلام کے دشمنوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی کہ اگر کسی خطے میں بسنے والے مسلمانوں کے ذہن و دماغ سے اسلامی وفاداری، شریعت کی پاسداری، پیغمبر اسلام سے وارفتگی اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے ان کی وابستگی کا خاتمہ کرنا ہے تو سب سے پہلے مدارس اسلامیہ کو یا تو بالکلیہ ختم کرنا ہوگا یا پھر ان کی اصل روح کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی رکھنے والے افراد کی نگاہوں میں سب سے زیادہ جو چیز کھٹکتی ہے وہ مسلمانوں کے مدارس اسلامیہ کا وجود ہے۔

زعفرانی طبقہ کی منصوبہ بندی: ہمارے ملک کے زعفرانی طبقہ نے نہایت باریک بینی کے ساتھ اس چیز کا جائزہ لیا، مدارس اسلامیہ کی اس اہمیت وافادیت کا مطالعہ کیا اور پھر اس کی روشنی میں انہوں نے ایک کامیاب اور شاطرانہ منصوبہ تیار کر کے سرزمین ہند پر قائم مدارس اسلامیہ پر متعدد اور مختلف طریقوں سے چوطرفہ حملہ کرنا شروع کر دیا۔ آج مدارس کے خلاف جو کچھ بھی سرزمین ہند پر ہو رہا ہے وہ سب اسی منصوبہ بندی کے تحت ہی انجام دیا جا رہا ہے۔

مدارس اسلامیہ پر تدریجاً حملے: پہلے مرحلے میں مابعد تقسیم ہند زعفرانی طبقہ کی طرف سے مدارس اسلامیہ ہند پر الزامات عائد کرنے اور انہیں بدنام کرنے کی تسلسل کے ساتھ نہایت منظم انداز میں ایک تحریک چلائی گئی۔ اس تحریک کے ذریعہ جب ملک کے کثیر طبقات اور زیادہ تر خطوں میں مدارس اسلامیہ ہند کے خلاف ایک زہر آلود ماحول تیار کر لیا گیا، ملک کے اکثریتی طبقہ سے وابستہ شہریوں کے ذہن و دماغ میں مدارس کے خلاف جب پوری طرح

سے زہر بھر دیا گیا،تب انہوں نے ملکی سسٹم میں شامل حکومتی اداروں، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا اور ملک کی سیاسی وسماجی تنظیموں، جماعتوں اورتحریکوں کے ذریعہ مدارس اسلامیہ ہند کے وجود، ان کے تشخص، ان کے طریقہ تعلیم، ان کے دائرۂ اثر، ان کی اثر انگیزی، ان کی افادیت، ان کے مالی تعاون، ان کی زمینوں، ان کے رجسٹریشن، ان کی عمارتوں، ان کے اسٹریکچر اوران کے بنیادی ڈھانچوں پر سوالیہ نشانات لگوانا شروع کر دیئے۔

ارباب مدارس محتاط رہیں: چونکہ ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے جو دستور ہند اور آئین ہند کے تحت چلتا ہے۔ دوسری طرف ہمارا دشمن نہایت ہی چالاک اور شاطر ہے۔ اس لیے اس زعفرانی طبقہ نے براہ راست ان مدارس پر حملے کرنے کے بجائے آج دستور ہند، قوانین اور ضابطۂ تعلیم وتعلم کا سہارا لے کر ان مدارس اوران کے تشخص پر کامیاب ترین اور منظّم انداز میں حملے کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ اس لیے اب ہمارے لیے بھی لازم ہے کہ ہم اپنے مدارس کے نظام، ان کے اسٹریکچر، ان کے تعمیری ڈھانچے، ان کے بنیادی دستاویز، ان کے طریقہ تعلیم وتعلم، ان کے مالی ذرائع اوران کے رجسٹریشن وغیرہ کے معاملات میں بنیادی اصلاحات کریں اوراپنی طرف سے کوئی ایسا اقدام نہ کریں کہ مدارس کے دشمنوں کو مدارس کے خلاف ملک بھر میں زہر گھولنے اورانہیں بدنام کرنے کا موقع ملے۔ اس سلسلہ میں ارباب مدارس کو بہت محطاط رہنے کی ضرورت ہے۔

جامعہ حبیبیہ الہ آباد پر پولیس کا شکنجہ: ابھی مدارس کے تعلق سے جس طرح کے نازک حالات چل رہے ہیں اور مدارس کے خلاف اس وقت جس طرح کا زہر آلود ماحول تیار کر دیا گیا ہے ایسے میں ہماری چھوٹی سے چھوٹی غلطی اور معمولی سے معمولی غفلت وتساہلی سارے مدارس اسلامیہ ہند کو خطرہ میں ڈال سکتی ہے۔ جس کی نظیر میں ''جامعہ حبیبیہ'' الہ آباد کے معاملہ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس وقت الہ آباد کی سرزمین پر قائم حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی اہم علمی یادگار''جامعہ حبیبیہ'' کا معاملہ ملکی میڈیا سے ہوتا کچھ غیر ملکی میڈیا تک پہونچ چکا ہے۔ میڈیائی خبروں اور پولیس انتظامیہ کے بیانات کے مطابق وہاں بڑے پیمانے پر جعلی کرنسی تیار کرنے والے کچھ ایسے افراد اورآلات کو پکڑا گیا ہے کہ جن کا تعلق اسی ادارے سے تھا۔ ملک کا وہ زعفرانی طبقہ جو کئی دہائیوں سے مدارس اسلامیہ ہند کو نشانہ بنا رہا تھا اوراس وقت اس نے ان کے وجود کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے، اسے مانو ایک فتح عظیم حاصل ہوگئی۔ وہ گودی میڈیا جو مدارس کو بدنام کرنے کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات بھی بڑی بنا کر پیش کرتا چلا آ رہا ہے، گویا اس کے ہاتھ ''قارون کا خزانہ'' لگ گیا کہ ایک ہفتہ سے زائد ہوا، یہ دونوں ہی طبقے ''جامعہ حبیبیہ'' الہ آباد کے تعلق سے متعدد ومختلف انداز میں بزعم خود نئے نئے حیرت انگیز انکشافات کر رہے ہیں۔ (حالانکہ مدارس کے تعلق سے ماضی وحال کے کچھ تلخ تجربات کی بنیاد پر ہمیں ان خبروں کی صداقت پر قطعی اور کلی طور پر یقین کر پانا مشکل ہو رہا ہے بلکہ ہمیں تو اس کے پیچھے کوئی بہت ہی بڑی سازش بھی نظر آ رہی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے)۔

اس وقت حال یہ ہے کہ حشرات الارض کی طرح ملک بھر میں پھیلے گودی میڈیا کے افراد''جامعہ حبیبیہ'' کے کونے کونے میں دھڑلے سے گھوم رہے ہیں۔ وہاں کی ہر چھوٹی بڑی اور ضروری وغیر

ضروری چیز کی رپورٹنگ کررہے ہیں۔ پان کی پیک، اگالدان، گٹخوں کے پاؤچ، کھینی وتمباکو کے خالی ریپر اور جابجا پان و پڑیا کے تھوک زدہ نشانات دکھا کر اس طرح کی منفی رپورٹنگ کررہے ہیں جیسے کہ یہ مدارس اسلامیہ ہند ''دانش کدے'' نہ ہوں بلکہ منشیات کے اڈے ہوں۔ اسی طرح ٹی وی چینل اینکرس بنا روک ٹوک کے درسگاہوں میں جاتے ہیں، وہاں بلیک بورڈ، تپائیاں، ڈیسک، چاک، ملکی نقشے اور دیگر لوازمات تعلیم وتعلم کے نہ ہونے پر سوالات کی بھرمار کرتے ہیں۔ کبھی وہاں رکھی کتابوں کو قابل اعتراض اور ملکی سالمیت کے لئے خطرہ پیدا کرنے والی بتاتے ہیں۔ کبھی پڑوسی ملک کی چھپی کتابوں پر فوکس کرکے دشمن ملک سے خفیہ تعلقات کے اندیشے ظاہر کرتے ہیں۔ کبھی اس مدرسہ کی ''مانیتہ'' پر سوال تو کبھی اس کے رجسٹریشن اور نصاب تعلیم پر سوال کرتے ہیں۔ کبھی وہ ارباب حکومت سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کب اس ادارے پر بلڈوزر چلے گا؟ منتری جی بھی چہک کر جواب دیتے ہیں کہ بہت جلد چلے گا۔

ہفتہ دس دن تک یہ عمل اسی طرح جاری رہا اور گودی میڈیا نے اپنی منفی رپورٹنگ کے ذریعہ متعلقہ آفیسران، پولیس انتظامیہ اور خفیہ ایجنسیوں کو اس طرح برانگیختہ کردیا کہ دہائیوں سے چلنے والا اہل سنت کا یہ عظیم ادارہ ابھی دو روز قبل سیل کردیا گیا، حکومتی تالے لگا دیئے گئے، یہاں کے اساتذہ اور یہاں تعلیم حاصل کرنے والے تقریباً ۶۰۰ رطلبہ کو اس عظیم ادارے سے باہر کرکے انہیں تحصیل علم اور تعلیم وتعلم سے محروم کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غرض کہ ''جامعہ حبیبیہ'' الہ آباد میں فرضی وجعلی نوٹ چھاپنے والے الزام نے اس وقت مدارس سے دشمنی رکھنے والوں کو ایک ایسا ہتھیار دے دیا ہے کہ جس کی آڑ میں یہ طبقہ مدارس کے خلاف خوب بھڑاس نکال رہا ہے اور سبھی مدارس کو ملک کی سالمیت کے لیے شدید خطرہ بتا رہا ہے۔

حکومت سے اپیل: ایسے میں صوبائی اور مرکزی حکومت سے ہماری اپیل ہے کہ:

☆ ''جامعہ حبیبیہ'' کے اس حالیہ معاملہ کی گہرائی و گیرائی اور غیر جانبداری کے ساتھ جانچ وتفتیش ہو، جو افراد واقعی خاطی پائے جائیں انہیں قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

☆ کسی ادارے کا کوئی ملازم یا اس ادارے سے وابستہ کوئی فرد یا چند افراد اگر کسی جرم میں ملوث ہوجائیں تو اس میں اس ادارے یا اس ادارے کے سارے اسٹاف کو تو ملوث کرکے ان پر کاروائی نہیں کی جاسکتی؟ اس لئے اس اہم ادارے کے خلاف اور اس کے بے قصور اساتذہ، طلبہ اور انتظامیہ کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔ جو لوگ ان ملزموں کی آڑ میں اس ادارے کو بدنام کررہے ہیں ان پر ہتک عزت کے تحت قانونی کاروائی کی جائے۔

☆ ''جامعہ حبیبیہ'' کے اس حالیہ معاملہ کی آڑ میں جو لوگ مدارس اسلامیہ ہند کو بدنام کرنے کے لئے بے بنیاد الزامات لگا رہے ہیں ان کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے۔

☆ جن افراد پر جعلی کرنسی چھاپنے کا الزام تھا انہیں پولیس نے گرفتار کرکے اب جیل بھیج دیا ہے۔ اب جانچ وتفتیش کا عمل جاری ہے۔ مقدمہ چلے گا اور کورٹ سے یہ فیصلہ ہوگا کہ آیا یہ لوگ واقعی مجرم ہیں یا نہیں۔ جامعہ حبیبیہ سے وابستہ اساتذہ، طلبہ اور انتظامیہ نے شروع

سے اس معاملہ میں ان ملزموں کی نہ تو اب تک حمایت کی ہے اور نہ ہی تفتیش میں عدم تعاون کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ ہمیں تو میڈیا کے ذریعہ یہ پتہ چلا کہ یہاں کے وابستگان میڈیا سے بھی تعاون کر رہے ہیں اور جانچ ایجنسیوں کے ساتھ بھی پورا پورا تعاون کر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ''جامعہ حبیبیہ'' الہ آباد کو سیل کرنا اور اس پر تالے لٹکا دینا قابل افسوس ہے۔ ہماری حکومت سے اپیل ہے کہ اس ادارے میں تعلیم و تعلم کو برقرار رکھنے کی اجازت دی جائے اور یہاں کے طلبہ کو تحصیل علم سے محروم نہ کیا جائے۔

قائدین سے اپیل: اس وقت ''جامعہ حبیبیہ'' بے یار و مددگار ہے۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق ابھی تک کوئی بھی ذمہ دار ادارہ، کوئی بھی سیاسی و غیر سیاسی قائد اور کوئی بھی مذہبی و سیاسی تنظیم کو اس ادارے کے دفاع میں آگے آتے نہیں دیکھا گیا۔ ہم کسی مجرم کا دفاع نہیں کر رہے بلکہ ہم یہ اپیل کرتے ہیں کہ:

☆ ذمہ دار افراد، ادارے اور تنظیمیں، ارباب حکومت سے بات کریں۔ ان کو باور کرائیں کہ جانچ کے بعد جو واقعی مجرم ہوں انہیں سزا دی جائے مگر اس میں ادارے، ادارے سے وابستہ سارے اسٹاف و طلبہ کا کوئی قصور نہیں۔ اس لئے ان پر کوئی ایسی کاروائی نہ ہو کہ جو ظلم و زیادتی کے زمرے میں آتی ہو۔

☆ اہل سنت کے ذمہ دار افراد اس سلسلہ میں آگے آئیں، اس ادارے کے دفاع میں ماہرین قانون کی مدد حاصل کریں، ایوان حکومت، پولیس انتظامیہ، ملکی ایجنسیوں اور کورٹ کچہری تک حضرت مجاہد ملت کی اس اہم اور علمی یادگار کے تحفظ کی مؤثر کاروائی کریں۔

☆ اس ادارے کو سیل کرنے، اس پر بلڈوزر چلا کر اسے مسمار کرنے اور اس کے وجود کو ختم کرنے کے سلسلہ میں جن ضابطوں کا حوالہ دے کر تیاری کی جا رہی ہے ان میں سب سے اہم قانونی بات یہ کہی جا رہی ہے کہ یہ مدرسہ تعلیمی بورڈ یا حکومت کے کسی بھی تعلیمی بورڈ سے منظور شدہ نہیں ہے۔ نیز اس کی عمارت کا محکمۂ تعمیر سے نقشہ پاس نہیں ہے۔ اسی ضابطہ کی آڑ میں اس پر تالے جڑے گئے اور اسی ضابطہ کا حوالہ دے کر کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے مسمار کر دیا جائے۔ اس لیے ماہرین قانون سے قانونی مشورہ کر کے مدرسہ تعلیمی بورڈ یا کسی دوسرے تعلیمی بورڈ و یونیورسٹی سے منظور شدہ اہل سنت کا کوئی ایسا بڑا ادارہ اسے اپنی شاخ تسلیم کر لے کہ جس ادارے کے دستور میں یہ ضابطہ ہو کہ وہ ملک یا صوبہ کے کسی بھی خطہ میں اپنی برانچ اور اپنی شاخ قائم کر سکتا ہے۔

ذمہ داران کے ان اقدامات سے بروقت اور خاطر خواہ کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو مگر اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ ارباب حکومت اس ادارے کو بالکلیہ بے یار و مددگار نہ سمجھیں گے۔

ارباب مدارس سے اپیل: حالیہ چند سالوں میں مدارس اسلامیہ کے حوالے سے پولیس، پرشاسن، حکومت، خفیہ ایجنسیاں، ملکی سسٹم سے وابستہ افراد، گودی میڈیا، سماجی تنظیمیں، ''کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال''، ''کمیشن برائے تحفظ حقوق انسانیت''، ''ادارۂ امتناع منشیات'' اور ''محکمۂ حفظان صحت'' جیسے متعدد گورمنٹی ادارے، محکمے اور متشدد زعفرانی ٹولے نہایت حساس ہو چلے ہیں اور مدارس پر بہت گہری نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ مدارس سے متعلق چھوٹی

سے چھوٹی بات کو وہ ''رسی کا سانپ'' بنا کر پیش کرتے ہیں۔خاص طور پر اس وقت ''کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال'' مدارس اسلامیہ پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہے۔یہ کمیشن اس وقت نابالغ طلبہ کو مدارس میں تعلیم دیئے جانے پر سخت تنقیدیں کرتے ہوئے متعدد طریقے سے نوٹس جاری کر رہا ہے۔اس لئے ارباب مدارس سے ہماری اپیل ہے کہ:

☆ارباب مدارس کے لیے نہایت ہی ضروری ہے کہ اپنے مدارس کی زمینوں کے معاملات درست کریں،جس زمین پر مدرسے کی عمارت ہے اس کے ضروری دستاویز ہر وقت تیار رکھیں۔اگر وقف ہے تو وقف بورڈ کے دستاویز،اگر خریدی ہوئی ہے تو بیع نامے کی کاپیاں اور اگر حکومت سے حاصل کی گئی ہے تو حصولیابی کے ضروری دستاویز ادارے کے آفس میں فائل بندی کر کے محفوظ رکھیں۔

☆دینی اداروں اور مدارس کی جتنی بھی عمارتیں ہیں ان کے نقشوں کو متعلقہ محکمے اور متعلقہ دفاتر سے منظور و رجسٹرڈ کرا کر رکھیں۔نئی بننے والی عمارتوں کے پہلے باضابطہ متعلقہ محکموں اور دفاتر سے نقشے پاس کرائیں۔اس کے بعد ہی تعمیری کام شروع کرائیں۔

☆ہر مدرسے اور ہر دینی ادارے کے لیے لازم ہے کہ وہ سوسائٹی رجسٹرار کے دفتر سے اپنی باضابطہ ایک کمیٹی یا اپنا ایک ٹرسٹ رجسٹرڈ کرائے اور پھر اس سوسائٹی/ٹرسٹ کے ماتحت ہی ارباب ادارہ اپنے اداروں کو چلائیں۔

☆مدرسہ تعلیمی بورڈ یا حکومت کے دیگر تعلیمی بورڈوں نے درسگاہوں کی لمبائی و چوڑائی اور طلبہ کے رہائشی کمروں کے لوازمات سے متعلق جو ضابطے بنائے ہیں ان کی روشنی میں ہی درسگاہی اور اقامتی عمارتوں کے کمرے،دالان اور دیگر ضروری چیزیں تیار کرائیں۔

☆جن مدارس نے حکومت سے منظور شدہ کسی بھی بورڈ سے منظوری حاصل نہیں کی ہے تو چونکہ کئی سالوں سے یوپی مدرسہ تعلیمی بورڈ مدارس کو منظوری نہیں دے رہا ہے اس لیے ان کے سامنے دو راستے ہیں: پہلا یہ کہ انہیں چاہیئے کہ ماہرین قانون کی مدد سے فوری طور پر وہ کسی دوسرے تعلیمی بورڈ سے منظوری حاصل کر لیں یا پھر صوبائی یا مرکزی حکومت سے منظور شدہ کسی یونیورسٹی سے اپنا الحاق کرا لیں۔دوسرا راستہ یہ ہے کہ حکومت/مدرسہ تعلیمی بورڈ/صوبائی و مرکزی حکومت سے منظور شدہ ایسے بڑے مدارس کہ جن کی کمیٹی یا جن کے ٹرسٹ سے متعلق رجسٹرڈ دستور میں یہ ضابطہ ہو کہ وہ ملک یا صوبہ کے کسی بھی خطہ میں اپنے ادارے،اپنی شاخیں اور اپنی برانچیں قائم کر سکتے ہیں تو ایسے ادارے غیر منظور شدہ چھوٹے مدارس کو اپنی شاخ،اپنا ادارہ یا اپنی برانچ بنالیں۔

☆ملک اور ملک کے ہر صوبے میں مالیات سے متعلق حکومتی ادارے ہیں جو ہماری آمد اور ہمارے خرچ پر پوری نگاہ رکھتے ہیں۔ہمیں اپنی آمد اور اپنے خرچ کا مکمل حساب دینا ہوتا ہے۔تعلیمی اداروں سے متعلق بھی حکومت کے یہ ادارے جانچ و تفتیش کرتے رہتے ہیں۔ادارے کس سے چندہ لے سکتے ہیں؟ کتنا نقد لے سکتے ہیں اور کتنا چیک کے ذریعہ لے سکتے ہیں؟اندرون ملک سے چندہ لینے کے ضابطے الگ ہیں اور بیرون ملک سے چندہ لینے کے ضابطے الگ۔اس لیے ہر ادارے اور ہر مدرسہ کے لیے لازم ہے کہ وہ ملک و بیرون ملک سے حاصل ہونے والے زر تعاون اور چندہ کی رقم کا پورا حساب و کتاب شفافیت کے ساتھ رکھے۔اس سلسلہ میں حکومت کے

متعلقہ اداروں اور محکموں کے قوانین وضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے مالیات سے متعلق تمام دستاویز تیار کرے۔اس کے لیے ہرادارے کو چاہئے کہ وہ ماہر سی اے کی مدد حاصل کرے اور اپنا تمام مالی حساب و کتاب اس سے تیار کرا کر متعلقہ حکومتی اداروں سے آڈٹ کرائے۔

☆چونکہ زعفرانی ٹولے کا سب سے بڑا الزام مدارس پر یہ ہے کہ انہیں غیر ملکی اور غیر قانونی فنڈنگ ہوتی ہے۔اس غیر قانونی وغیر ملکی فنڈنگ سے حاصل شدہ رقم کے ذریعہ یہ ملک کی سالمیت کے خلاف اقدام کرتے ہیں۔اس لیے ہرادارے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی ایسا چندہ یا کوئی ایسا زرتعاون ہرگز ہرگز حاصل نہ کرے جوملکی قوانین کے خلاف ہو۔

☆ہر مدرسے اور ہر دینی ادارے کے لیےضروری ہے کہ وہ کسی معتبر و مستند بینک میں سوسائٹی اور مدرسے کے نام سے کھاتہ کھلوائے۔ ساری آمدنی شفافیت کے ساتھ بینک کھاتے میں جمع کرائے اور ۵۰۰۰/ سے زائد اخراجات کی ادائیگی چیک کے ذریعہ کی جائے اسی طرح مدرسین وملازمین کی بھی ادائیگی بذریعہ چیک کی جائے۔

☆ مدارس میں تعمیری اور آرائش و زیبائش سے متعلق جو بھی کام کرائے جائیں اس کے لیے باقاعدہ طور پر گورنمنٹ سے منظور شدہ کسی انجینئر سے ان کاموں کا اسٹیمیٹ تیار کرایا جائے اور اس سلسلہ میں جو بھی مٹیریل خریدا جائے اس کے پکے بل حاصل کر کے حساب وکتاب کے ریکارڈ میں رکھے جائیں۔

☆جن اداروں میں بیرونی طلبہ کے لیے مطبخ کا انتظام ہے ان کے لیےضروری ہے کہ اشیائے خوردونوش کے دو رجسٹر تیار کریں، جو بھی اشیاءخریدی جائیں ان کی مکمل تفصیل ایک رجسٹر میں درج کی جائے اور ہر روز جتنی اشیاء پکانے کے لیے دی جائے اس کی مکمل تفصیل دوسرے رجسٹر میں درج کی جائے۔نیز ان تمام اشیائے خوردونوش کی خریداری جہاں سے بھی کی جائے،ان کے پکے بل حاصل کر کے ایک الگ فائل میں رکھے جائیں۔تاجر حضرات کو بھی یہ ادائیگی چیک کے ذریعہ کی جائے۔

☆ہرادارے کے لیےضروری ہے کہ باضابطہ طور پر وہ بجلی اور پانی کا کنیکشن لے اور بروقت ان کے بلوں کی ادائیگی بذریعہ چیک یا بذریعہ آن لائن ٹرانسفر کرے۔نیز ان تمام ادا شدہ بلوں کی رسیدیں فائل میں رکھی جائیں۔

☆ عمارتوں سے متعلق نگر پالیکا،نگر پنچائت اور نگر نگم کے ٹیکسوں کی ادائیگی بھی باضابطہ طور پر بروقت کی جائے اور ان کی بھی رسیدیں ریکارڈ فائل میں حفاظت کے ساتھ رکھی جائیں۔

غیر منظّم طور پر قائم مدارس میں نظم وربط کی ضرورت:

مرکزی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال اور دیگر حکومتی تعلیمی اداروں نے اس بات پر سخت تنقید کی ہے کہ بنا کسی بنیادی سہولت اور بنا ضابطۂ تعلیم برائے اطفال کی رعایت کے، پورے ملک میں غیر منظّم اور غیر مربوط انداز میں مدارس و مکاتب قائم کئے جا رہے ہیں کہ جن میں زیادہ تر کا مقصد فروغ تعلیم نہیں بلکہ حصول صدقات وزکوٰۃ ہے۔نیز خاص طور پر درجۂ حفظ وقراءت کے جو مدارس و مکاتب ہیں ان پر ''کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال'' کا سب سے بڑا الزام یہ بھی ہے کہ حکومت کی طرف سے ہر ہندوستانی بچے کے لیے متعین ومخصوص ''بنیادی حق تعلیم'' سے یہاں کے طلبہ محروم ہیں۔ان طلبہ کو نہ تو سہی

طور پر قومی زبانیں مثلاً اردو، ہندی وغیرہ پڑھنا لکھنا آتی ہیں اور نہ ہی یہ حساب، گرامر، جغرافیہ، سائنس اور سماجی علوم کی بنیادی تعلیم سے آشنا ہوتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ شعبۂ حفظ و قراءت میں پڑھنے والے طلبہ درخواست وغیرہ بھی نہیں لکھ پاتے۔

''قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال'' کی یہ تنقید اگرچہ کافی تلخ ہے مگر بہت حد تک سچائی پر بھی مبنی ہے۔ کیوں کہ پچھلی چند دہائیوں سے یہ بات دیکھنے میں آ رہی ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان میں ہر روز بڑے پیمانے پر مدارس، مکاتب، دار العلوم، نام نہاد جامعات اور ادارے قائم ہو رہے ہیں۔ جن میں کچھ ادارے تو ایسی جگہوں پر قائم کئے گئے ہیں کہ جہاں واقعی ان کی ضرورت تھی اور ساتھ ہی ان ارباب مدارس کے مقاصد و اہداف بھی اخلاص پر مبنی ہیں۔ مگر بہت سے مدارس و مکاتب اور ادارے وہ ہیں جو واقعی طور پر غیر ضروری انداز میں قائم کئے گئے ہیں۔ ایسے مدارس کے ارباب حل وعقد کے پاس نہ تو کوئی خاص مقصد ہے اور نہ ہی ان کا کوئی خاص ہدف۔ بلکہ ایسے مدارس کا قیام محض زکوٰۃ و صدقات اور دیگر عطیات کی تحصیل کے لیے کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ:

☆ جہاں اور جس خطہ میں واقعی طور پر جس سطح کے دینی ادارے کی ضرورت ہو وہاں صرف اسی سطح کے دینی ادارے کو قائم کیا جائے۔ ''اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ'' کا مصداق نہ بنا جائے۔ اس وقت بات اب اپنی ذات تک محدود نہ رہی بلکہ اب سوال دین و شریعت اور ان کے محفوظ قلعوں یعنی مدارس اسلامیہ کے وجود کا ہے۔ یہ انانیت کو اجتماعیت پر قربان کر دینے کا وقت ہے۔

☆ بہتر ہوگا کہ ہر بڑے خطہ میں ایک ایسا بڑا ادارہ ہو کہ جو گورنمنٹ سے منظور شدہ کسی تعلیمی بورڈ یا کسی یونیورسٹی سے ملحق ہو۔ پھر اس بڑے ادارے سے اس خطے کے چھوٹے مدارس و مکاتب اس کی شاخ کے طور پر وابستہ ہوں اور ہر خطے کے یہ بڑے ادارے صوبائی سطح کے کسی بڑے اور مرکزی ادارے سے مربوط ہوں۔

☆ سرزمین ہندوستان کے جس خطے میں بھی محض حفظ و قراءت کے مدارس و مکاتب قائم ہیں، ان کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ اپنے ان مدارس و مکاتب کو اپنے علاقہ کے کسی ایسے بڑے اور مرکزی ادارے سے مربوط کر دیں کہ جو حکومت سے منظور شدہ کسی تعلیمی بورڈ یا یونیورسٹی سے تسلیم شدہ ہو۔

☆ حفظ و قراءت کے مدارس و مکاتب میں یا تو صرف ان ہی طلبہ کا داخلہ لیا جائے کہ جنہوں نے کم از کم درجہ آٹھ یا درجہ دس تک کی واجبی تعلیم حاصل کر لی ہو یا پھر حفظ و قراءت کے ساتھ ان مدارس ہی میں ضمنی طور پر ایسے مواد و مضامین اور نصاب کی تعلیم کا نظم و نسق کر دیا جائے کہ جو حکومت کی طرف سے متعین، ضروری، واجبی اور بنیادی تعلیم برائے اطفال کے تقاضوں کو پورا کر رہا ہو۔

بالغ و نابالغ طلبہ کے لیے الگ نصاب کی ضرورت:

''مرکزی کمیشن برائے حقوق تحفظ اطفال'' نے سپریم کورٹ میں زیر سماعت مدارس سے متعلق مقدمہ کی تحریری بحث میں یہ اعتراض بھی داخل کیا ہے کہ مدارس اسلامیہ میں کمسن بچوں اور بچیوں کو ''جنسی تعلیم'' (سیکس سے متعلق مواد کی تعلیم) دی جا رہی ہے جو اس عمر کے بچے اور بچیوں کے لیے نہایت خطرناک ہے اور اس سلسلہ میں اس نے نظیر کے طور پر دینیات میں شامل ''باب نکاح و طلاق'' اور ''باب

طہارت'' جیسے ابواب میں شامل منی، مذی، حیض و نفاس، طریقۂ مجامعت و ملاعبت، حدث اصغر، حدث اکبر، انزال، دخول حشفہ، فرج داخل اور فرج خارج سے متعلق مسائل و مواد کو پیش کیا ہے۔ اس لیے ملک ہندوستان میں قائم مدارس دینیہ کے ارباب حل وعقد پر لازم ہے کہ ''تعلیم برائے نابالغ طلبہ و طالبات'' اور ''تعلیم برائے بالغ طلبہ و طالبات'' کے اصول کو جتنی جلدی ہو سکے قبول کرتے ہوئے اپنے اپنے اداروں میں مندرجہ ذیل اصلاحات کر لیں تا کہ مدارس اسلامیہ ہند پر حملہ کرنے والے زعفرانی ٹولے کو مدارس کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا موقع نہ ملے۔

☆اس وقت ہر دینی ادارے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کمسن طلبہ و طالبات، سمجھدار مگر نابالغ طلبہ و طالبات اور بالغ طلبہ و طالبات کے لیے علیحدہ علیحدہ درسگاہوں کا انتظام کرے۔ ہر درجہ کے لیے گورنمنٹ نے جو عمر متعین کی ہے اس درجہ میں اسی عمر کے طلبہ کو رکھا جائے۔ بڑی عمر کے طلبہ کو چھوٹی عمر کے طلبہ کے ساتھ درسگاہوں میں شامل نہ رکھا جائے اور نہ ہی سب کو یکساں نصاب پڑھایا جائے۔

☆ طلبہ کی عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے الگ الگ ایسا نصاب تعلیم مرتب کیا جائے جو صوبائی اور مرکزی تعلیمی ضابطوں سے متصادم نہ ہو۔

☆تعلیم اطفال اور تعلیم بالغاں سے متعلق گورنمنٹ ضابطوں اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مدارس کے نصاب تعلیم، طریقہ تعلیم اور نظام تعلیم میں ماہرین تعلیم کی مدد سے ضروری اصلاحات کی جائیں اور وہ تمام مضامین ضروری طور پر شامل نصاب کئے جائیں کہ جنہیں صوبائی اور مرکزی سطح پر حکومت کے محکمۂ تعلیم نے ہر ہندوستانی بالغ و نابالغ طلبہ کے لیے الگ الگ طور پر لازم کر رکھے ہیں اور جو ''حقوق بنیادی تعلیم'' کے زمرے میں آتے ہیں۔

☆اسی طرح نابالغ و کمسن طلبہ کو پڑھائے جانے والے ایسے مضامین و مواد کو بھی نصاب سے الگ کر دیا جائے کہ ایک مخصوص عمر تک جن کا ان طلبہ کو پڑھانا قانوناً ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔

مدارس کے داخلی نظام میں اصلاحات کی ضرورت:

زیادہ تر مدارس اسلامیہ ہند پر آج یہ اعتراضات بھی کئے جا رہے ہیں کہ یہاں عام طور پر بنیادی سہولیات کا فقدان ہے، حفظان صحت کے ضابطوں کی رعایت نہیں کی جاتی، ضابطۂ تعلیم و تعلم پر خاطر خواہ عمل نہیں کیا جاتا، حقوق اطفال اور حقوق انسانیت کی بھی بسا اوقات پامالی کی جاتی ہے، صاف صفائی اور شفافیت کا خیال نہیں رکھا جاتا، ملک کی مین اسٹریم سے طلبۂ مدارس کو عام طور پر کاٹ دیا جاتا ہے۔ نیز زیادہ تر مدارس کی درسگاہیں، مدرسین اور طلبہ کے گھر نظر آتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہی نہیں کہ یہ درسگاہیں ہیں۔ مدارس کی ان درسگاہوں ہی میں مدرسین و طلبہ کھانا کھاتے ہیں، اگالدان رکھ کر اسی میں تھوکتے ہیں، ان ہی درسگاہوں میں چائے نوشی کرتے ہیں، آرام کرتے ہیں، سوتے ہیں اور ان ہی میں اپنے کپڑے، تہبند، بیگ اور دیگر سامان زندگی رکھتے ہیں۔ ان درسگاہوں میں کم ہی ایسی درسگاہیں ہوتی ہیں کہ جن میں وہ ساز و سامان ہو کہ جو غیر تعلیمی اوقات میں ان کے درسگاہ ہونے کا پتہ دیتا ہو۔ اس لیے دیگر اصلاحات کے ساتھ ہمیں اپنے مدارس کے کیمپس، درسگاہی عمارت اور دار الاقامہ میں بھی بڑے پیمانے پر بنیادی اصلاحات کی ضرورت ہے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

☆ مدارس کی درسگاہوں کو درس وتدریس کے بنیادی لوازمات جیسے فرش، تپائی، ڈیسک، بلیک بورڈ، جغرافیہ اور ملکی نقشوں سے ضرور آراستہ کریں۔

☆ درسگاہوں کو اگالدانوں، پیک دانوں، قابل اعتراض اور ضابطہ درس وتدریس کی رو سے ممنوع اشیا سے پاک وصاف رکھیں۔

☆ درسگاہوں کو غیر ضروری سامان، بیگ، کپڑوں وغیرہ سے خالی رکھیں۔

☆ بہتر ہے کہ درسگاہوں میں طلبہ کی رہائش نہ ہو۔ درس ہی کے اوقات میں یہ درسگاہیں کھلیں اور چھٹی ہوتے ہی بند کردی جائیں۔ کھلنے اور بند ہونے کے وقت خاطر خواہ صفائی کرائی جائے۔

☆ مدارس کے کیمپس میں پان اور گٹکھ وغیرہ کے کھانے پر سخت پابندی عائد کرتے ہوئے ان کے درودیوار کو پیکوں اور تھوکوں کے نقش ونگار سے صاف وستھرا رکھا جائے۔

☆ مدارس کے بیت الخلاء اور غسل خانوں کو صاف ستھرا رکھنے پر سختی سے عمل کیا جائے۔

☆ جن اداروں میں قیام و طعام کا انتظام ہے ان کے مطبخ و دارالاقامہ میں بنیادی سہولیات، لائٹ وپانی، صفائی ستھرائی، برتنوں، بستروں اور کمروں کے درودیوار کی پاکیزگی وستھرائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ خاص کر طلبہ کے رہائشی کمروں میں غیر ضروری اور ممنوع وغیر قانونی اشیاومواد پر گہری نظر رکھی جائے۔

☆ اپنے مدارس میں قیام پذیر طلبہ کی حرکات وسکنات، بازاروں وغیرہ میں گھومنے، آنے جانے کے اوقات، موبائل و الیکٹرانک آلات کے استعمال پر گہری و پینی نگاہ رکھی جائے۔

☆ مدارس کے طلبہ کو بات چیت، رہن سہن اور لباس و برتاؤ کے اعتبار سے مہذب و بااخلاق اور بلند کردار بنانے پر خوب توجہ دی جائے۔

☆ مدارس کو غیر اخلاقی اعمال وافعال اور بدکرداری و بدفعلی سے محفوظ رکھا جائے۔

دامن مدارس کو داغدار ہونے سے بچائیں: کبھی کبھار کچھ مدارس سے بدکرداری اور کمسن طلبہ کے ساتھ بدفعلی کی افسوس ناک خبریں آتی ہیں جواب پولیس پرشاسن سے ہوتے ہوئے گودی میڈیا اور زعفرانی طبقات تک پہونچنے لگی ہیں۔ ایسے افعال ہی پر نہیں بلکہ حتمی بدفعلی کو جنم دینے والے مقدمات ومحرکات پر بھی سختی سے قدغن لگائیں۔

(گزشتہ ہفتے ہی مجھے ایک غیر مسلم کی پوسٹ، فیس بک، کچھ وہاٹس ایپ گروپس اور سوشل میڈیا پر دکھائی دی کہ جس میں نہایت ہی بھونڈے انداز میں مدارس کو بند کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ ''مدارس کو بند کرو کیونکہ مولوی پڑھانے سے زیادہ لواطت، اغلام بازی اور بدفعلی کرتا ہے۔)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نکات پر سختی سے عمل کیا اور کرایا جائے:

☆ بڑے طلبہ کو چھوٹے طلبہ کے ساتھ ہرگز ہرگز رہنے سہنے اور گھومنے کی اجازت نہ دیں۔

☆ اساتذہ بھی امردوخوبصورت اور کم عمر کے طلبہ سے کوئی خدمت نہ لیں۔

☆ اوقات درس کے علاوہ ایسے کمسن و کم عمر طلبہ کو نہ اپنے پاس بٹھائیں، نہ بے تکلفی کے ساتھ ان سے میٹھی میٹھی باتیں کریں اور نہ ہی ان سے چائے وغیرہ منگائیں۔

☆ بہتر ہوگا کہ اساتذہ، طلبہ کے رہائشی کمروں سے الگ رہیں اور اساتذہ کے رہائشی کمروں میں ہرگز ہرگز امرد وخوبصورت اور کم عمر کے طلبہ رہائش اختیار نہ کریں۔

☆ ذمہ داران اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ مدارس کی درسگاہوں یا طلبہ کے رہائشی کمروں میں کوئی ایسی کتاب، مواد، جھنڈے، فلیکسی اور ایسے الیکٹرانک آلات تو نہیں کہ جو غیر قانونی ہوں یا جو ایسے مبہم ہوں کہ بدخواہوں کے لئے ''رسی کا سانپ'' بنانے کے لئے کافی ہوں۔

☆ مدارس کے ہاسٹل میں اتنے کم عمر کے طلبہ ہرگز نہ رکھے جائیں کہ جو قومی کمیشن برائے تحفظ اطفال کے قوانین وضوابط کی رو سے ممنوع ہوں اور جس کی وجہ سے مذکورہ کمیشن کی قانونی کاروائی کی زد میں یہ مدارس آجائیں۔

☆ جو لوگ لڑکیوں کے ادارے چلا رہے ہیں انہیں تو آج بہت ہی زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہ ادھر حالیہ دنوں میں کئی بار گودی میڈیا طالبات کے ساتھ ارباب مدارس یا ان کے نوجوان لڑکوں کے ذریعہ جنسی استحصال کی خبریں نشر کر چکا ہے۔

اپیل: اس وقت پورے ملک اور خاص طور پر اتر پردیش کے طول و عرض میں قائم منظور شدہ اور غیر منظور شدہ مدارس کے متعلق جو معاملات چل رہے ہیں نیز ابھی حالیہ دنوں میں ''جامعہ حبیبیہ'' الٰہ آباد، جو حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی اہم یادگار ہے، اس کے تعلق سے جو معاملہ سامنے آیا ہے اس سے متاثر ہو کر یہ چند گوشے پردۂ ذہن پر ابھرے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان گوشوں نے الفاظ کا روپ دھارن کر لیا۔ ہمیں اچھی طرح اس بات کا احساس وادراک ہے کہ مذکورہ اصلاحات سے متعلق جو نکات ہم نے بیان کئے ہیں، ان پر عمل درآمد آسان نہیں ہے۔ خاص طور پر وہ مدارس کہ جو نہایت ہی کس میپرسی کے عالم میں اپنا وجود بچائے ہوئے ہیں اور جنہیں پورے سال کے اپنے واجبی اخراجات کو بھی پورا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک کا اس وقت جو منظر نامہ تبدیل ہوا ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مدارس کی دنیا میں ان جیسی اصلاحات کو نافذ کرنا ایک ناگزیر امر ہے۔ ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ ہمارے بیان کردہ یہ نکات نہ تو حتمی ہیں اور نہ ہی مکمل ہیں۔ مدارس کی تعلیم کے میدان میں جو ہمارے بزرگ گہرا تجربہ رکھتے ہیں، جن کے پاس باریک بینی اور دور اندیشی ہے وہ ہمارے بیان کردہ ان نکات سے بھی بہتر اصلاحی نکات مرتب کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ بات حتمی ہے کہ ہمارے ذمہ داران اور ہمارے ارباب مدارس میں قائدانہ حیثیت رکھنے والے بزرگوں اور بلند و بالا شخصیات کو اب آگے آ کر از سر نو مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور طریقہ تعلیم کو اس طرح مرتب و منظّم کرنا ہی ہوگا کہ جو سرزمین ہند پر صدیوں سے قائم ان مدارس اسلامیہ کو تحفظ فراہم کر سکے۔ پورے صوبے اور پورے ملک کے ارباب مدارس اگر مل کر اجتماعی طور پر کوئی بورڈ یا کوئی جمعیت تشکیل نہ بھی کر سکیں تو کم سے کم اتنا تو کیا ہی جا سکتا ہے کہ ہر ذمہ دار اور ہر ''ماہر تعلیم مدارس'' اپنے اپنے دائرۂ اثر میں مدارس کے تحفظ و بقا کے لیے کوئی موثر لائحہ عمل تیار کر لے۔ یہ بھی مدارس اسلامیہ کے لیے ان کی طرف سے بہت بڑی قربانی ہونے کے ساتھ ایک بہترین و مثالی اقدام بھی ہوگا۔ اللہ رب العزت ہمارے مذہب و مسلک، دین و شریعت اور ہمارے مدارس کی حفاظت فرمائے۔

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدرالافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرارالحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: اور اگر کافر تم سے لڑیں ۵۴ تو ضرور تمہارے مقابلے سے پیٹھ پھیر دیں گے ۵۵ پھر کوئی حمایتی نہ پائیں گے، نہ مددگار۔ اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آتا ہے ۵۶ اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ ۵۷ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے وادیِ مکہ میں ۵۸ بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے ۵۹ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے ۶۰ روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے ۶۱ اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں ۶۲ جن کی تمہیں خبر نہیں ۶۳ کہیں تم انہیں روند ڈالو ۶۴ تو تمہیں ان کی طرف سے انجانے میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کے قتال کی اجازت دیتے، ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے۔ اگر وہ جدا ہو جاتے ۶۵ تو ہم ضرور ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے ۶۶ جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اڑ رکھی وہی زمانۂ جاہلیت کی اڑ ۶۷ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا ۶۸ اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا ۶۹ اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے ۷۰ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے ۷۱

(پ ۲۶ ر رکوع ۱۱ ر سورۂ فتح آیت ۲۲ تا ۲۶)

تفسیر: ۵۴ یعنی اہل مکہ یا اہل خیبر کے حلفائے اسد وغطفان ۵۵ مغلوب ہوں گے اور انہیں ہزیمت ہوگی ۵۶ کہ وہ مؤمنین کی مدد فرماتا ہے اور کافروں کو مقہور کرتا ہے ۵۷ یعنی کفار کے ۵۸ روز فتح مکہ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ''بطن مکہ'' سے ''حدیبیہ'' مراد ہے اور اس کے شان نزول میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ میں سے ۸۰ رہتھیار بند جوان ''جبل تنعیم'' سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے اترے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضور نے معاف فرمایا اور چھوڑ دیا ۵۹ کفار مکہ ۶۰ وہاں پہنچنے سے اور اس کا طواف کرنے سے ۶۱ یعنی مقام ذبح سے جو حرم میں ہے ۶۲ مکہ مکرمہ میں ہیں ۶۳ تم انہیں پہچانتے نہیں ۶۴ کفار سے قتال کرنے میں ۶۵ یعنی مسلمان کافروں سے ممتاز ہو جاتے ۶۶ تمہارے ہاتھ سے قتل کرا کے اور تمہاری قید میں لا کر ۶۷ کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کو کعبۂ معظّمہ سے روکا ۶۸ کہ انہوں نے سال آئندہ آنے پر صلح کی۔ اگر وہ بھی کفار قریش کی طرح ضد کرتے تو ضرور جنگ ہو جاتی ۶۹ کلمۂ تقویٰ سے مراد ''لا اله الا الله محمد رسول الله'' ہے ۷۰ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف فرمایا ۷۱ کافروں کا حال بھی جانتا ہے، مسلمانوں کا بھی۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد سبحان رضا سبحانی میاں مدظلہ العالی
سربراہ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

کسی مسلمان کو کافر کہنے کا حکم

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: اذا قال الرجل لاخیہ "یا کافر" فقد باء بہ احدھما۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کلمہ گو کو "اے کافر" کہے تو دونوں میں سے ایک پر یہ حکم ضرور جاری ہوگا۔

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل)

تشریح: میرے جد امجد سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث پاک کی اور اس میں مذکور کفر پلٹنے کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی، یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینے کے ہے، جب اس میں اسے کافر، یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃً یہ اوصاف ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اس آئینۂ الٰہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اس کریہہ، بدنما شکل کو آئینۂ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوث وغبار سے منزہ ہے۔۔۔علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔۔۔توضیح اس دلیل کی یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِمَّا شَاكِراً وَّ اِمَّا كَفُوراً"۔ نیز ارشاد باری ہے: "مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِیْ جَوْفِهٖ"۔

اب یہ شخص جو مثلاً زید مومن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بے شک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا، تو لا جرم یہ خاص اسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔"

(فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۳ ص ۳۰۹ باب الامامۃ، رسالہ النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید)

البتہ اگر کسی فرد یا فرقے کا عقیدہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے متصادم ہو، ضروریات دین کا منکر ہو یا انکار نکلتا ہو تو اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان یا کلمہ گو کہتا ہو مگر پھر بھی اس کی تکفیر کی جائے گی۔ جس پر بہت سے نصوص دلالت کرتے ہیں جیسے قرآن میں ہے: "لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُم"، یعنی حیلے بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے۔

یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ نے غلام احمد قادیانی اور علمائے حرمین طیبین بلکہ علمائے عرب وعجم نے دیابنہ کے طواغیت اربعہ کی تکفیر اسی وجہ مذکور کی بنیاد پر کی۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج ، تحقیق:- حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

دیابنہ وہابیہ کو چندہ دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت و جماعت اگر دیوبندیوں، وہابیوں کو چندہ دیں تو کیا حکم ہے؟ آیا ان کو کسی کار خیر میں چندہ دینا درست ہے یا نہیں؟

سائل: نعیم الدین، بھوجی پورہ ضلع بریلی

الجواب: وہابی و دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب خارج از اسلام ہیں۔ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوکر ان کو مسلمان جاننے والا بھی کافر۔ علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ ہے:من شك فی كفره وعذابه فقد كفر۔ کسی کام میں ان کی اعانت یا ان سے استعانت ناجائز وحرام ہے۔لہٰذا ان کو چندہ دینا جائز نہیں۔وہ اپنے طور پر جو کار خیر کرتے ہیں شرعاً وہ کار خیر نہیں۔ان کے لیے کار خیر یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے ان کفریات ملعونہ سے یہ توبہ کریں، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں، اس کے بعد کوئی نیک کام کریں تو وہ نیک کام ہوا۔کفر پر قائم رہتے ہوئے نیک کام کرنا نیکی نہیں۔رب عزوجل کا ارشاد ہے:"ما كان للمشركين ان يعمروا مسٰجد الله شاهدين علىٰ انفسهم بالكفر۔اولٓئك حبطت اعمالهم وفی النار هم خٰلدون "۔"انما يعمر مسٰجد الله من امن بالله واليوم الآخر۔"الآية۔ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفر پر قائم رہتے ہوئے کوئی کتنا ہی نیک کام کرے اس کا اعتبار نہیں اور اس کے لیے چندہ دینا جائز نہیں۔بلکہ یہ 'اعانة علی المعصية'' ہے۔جو گناہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: ریاض احمد سیوانی عفی عنہ، ۶/ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

نوشہ کا نام لیے بنا دلہن سے اذن لینے کا حکم

گزارش ہے کہ میرے بھتیجے محمد شفیق کی شادی بروز ہفتہ کو ہوئی۔جب وکیل صاحب لڑکی سے اجازت لینے کے واسطے گئے، لڑکی سے نکاح کا اذن مانگا، مہر کے واسطے پوچھا مگر لڑکے کا نام نہیں لیا حالانکہ لڑکی کو پہلے سے سب معلوم تھا کہ میرا نکاح فلاں جگہ فلاں شخص سے ہو رہا ہے۔لڑکی نے بھی اجازت دے دی اور نکاح پڑھا دیا گیا۔اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں؟

سائل: محمد ایوب ولد ولی محمد، ٹھریا نجابت خاں، بریلی شریف

الجواب: صورت مسئولہ میں نکاح ہو گیا۔عورت سے اگر پوچھا جائے تو وہ یہی بتائے گی کہ میں نے اسی شخص کے لیے اجازت دی جس سے عقد ہوا۔شوہر اور اس کے والد کا نام ذکر کر دینا اچھا ہے تاکہ جہالت باقی نہ رہے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ عورت نے اجازت مطلقاً نہ دی تو زیادہ سے زیادہ یہ نکاح فضولی ہوگا اور یہ عورت کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔اگر جائز کر دے تو جائز ہو جاتا ہے اور ردّ کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔رخصت ہو کر شوہر کے یہاں جانا بھی اجازت ہے جبکہ اس سے پہلے رد نہ کر چکی ہو۔لہٰذا عقد مذکور نافذ ہو گیا، اب اعتراض کی گنجائش نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

دارالافتاء منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی شریف، ۵/ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

جنگ فلسطین کے موجودہ حالات

از۔مولانا طارق انور مصباحی (کلکتہ)

فلسطین واسرائیل میں جنگ بندی نہ ہونے سے بلا تفریق مذہب وملت ساری دنیا کے اچھے بھلے انسان کرب واذیت میں مبتلا ہیں۔ارباب تعصب اور اہل عداوت تو یہی چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ہلاک کردیا جائے اور دنیا بھر میں کفروشرک کا بول بالا ہو۔اسرائیل نے آج تک کوئی فوجی مقصد حاصل نہیں کیا، نہ ہی اسرائیلی فوج غزہ پٹی یا کسی دوسرے ملک پر قبضہ کرنے کی حالت میں ہے۔لشکر یہود جدھر کا رخ کرتا ہے، اسے اپنی موت نظر آتی ہے۔اسرائیلی فوج فضائی بمباری کر کے فلسطین کے نہتے مردوں، عورتوں اور بچوں کو ہلاک کر رہی ہے۔دنیا بھر کی رائے عامہ یہودیوں کے خلاف ہو چکی ہے۔اہل حکومت بھی رفتہ رفتہ یہودیوں سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں۔روس وچین وایران اپنے اتحاد ''برکس'' (BRICS) کو مضبوط کر کے نیو ورلڈ آرڈر لانے کی کوشش میں مصروف ومشغول ہے۔

انصاراللہ سے ہارے۔حزب اللہ کو للکارے:

(1) امریکہ، برطانیہ، جرمنی ودیگر یورپی ممالک لال ساگر میں یمن کے حوثیوں (انصاراللہ) سے مقابلہ آرائی کرنے، جنگی بیڑے لے کر آئے تھے، پھر تھک ہار کر لال ساگر سے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔اس کے بعد یورپی یونین نے کہا ہے کہ اگر حزب اللہ نے سائپرس پر حملہ کیا تو یورپی ممالک ''لبنان'' پر حملہ کر دیں گے۔

حزب اللہ گرچہ کسی ملک کی فوج نہیں، لیکن یہ دنیا کی سب سے طاقتور فوجی ملیشیا ہے جو کسی طاقت ور ملک کی فوج سے کم نہیں۔اس کے پاس زمینی، فضائی اور سمندری جنگ لڑنے کی قوی صلاحیت موجود ہے اور حزب اللہ آج کل اسرائیل پر جتنے سخت حملے کر رہا ہے، اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو چند ماہ بعد اسرائیل کی حالت وہی ہوگی جو اسرائیل نے غزہ کی حالت کر دی ہے۔

(2) روس وچین وایران نے ''برکس'' کو مضبوط کرنے کی مستحکم منصوبہ بندی کر لی ہے اور تیز رفتاری کے ساتھ کام جاری ہے۔بہت سے ممالک اس میں شریک ہو چکے ہیں۔برکس کو اقوام متحدہ کے بالمقابل لانے کی کوشش ہو رہی ہے۔یوکرین جنگ میں روس کی مکمل فتح یابی کے بعد دنیا کے سیاسی حالات بدلنے کی امید ہے۔

اسرائیل کی فوجی قوت اور حزب اللہ کے حملے:

(1) 1948 اور 1967 میں عرب افواج سے اسرائیل کا مقابلہ ہوا۔اسرائیل جیت گیا، کیوں کہ اس کے ساتھ مغربی ممالک تھے جو فوج اور جدید ہتھیار فراہم کر رہے تھے۔وہ فضائی بمباری کر کے خود کو طاقتور سمجھتا رہا۔

(2) 2006 میں حزب اللہ اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہوئی۔اسرائیل جیت نہ سکا۔اب حماس سے جنگ شروع ہوئی تو فلسطینی مسلمانوں کی حمایت میں حزب اللہ میدان میں اتر پڑا۔

(3) اسرائیل کو اتنی قوت نہیں کہ حزب اللہ سے مقابلہ کر سکے۔اگر اسرائیل فضائی حملے کرتا ہے تو حزب اللہ میزائلوں کی بارش برسا کر اسرائیل کو ملیا میٹ کر دے گا۔

(4) اسرائیل کو بچانے امریکہ اور نیٹو کی فوجیں آنے والی ہیں۔یہ فوجیں فلسطین کی حمایت کرنے والوں سے نبرد آزمائی کریں گی۔

روس، یوکرین جنگ میں امریکہ اور نیٹو کی فوجیں شکست فاش سے دوچار ہو چکی ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ مغربی لشکر عالم عرب میں بھی موت کے منہ میں ڈھکیلا جائے گا۔ضرورت ہے کہ لبنان کے حزب اللہ اور یمن کے انصار اللہ امریکہ اور نیٹو کی فوجوں کو مشرق وسطیٰ میں دفن کر دیں، تاکہ دنیا امریکہ اور یورپ کے ظلم وستم سے نجات پا سکے۔

(5) خبر کے مطابق جارڈن (اردن) اپنے ملک میں نیٹو کی افواج کا ہیڈ کوارٹر بنانے کی اجازت دے چکا ہے۔مصر و اردن سے فلسطین کی سرحدیں ملتی ہیں۔یہ لوگ فلسطین کی مدد نہ کر سکے، لیکن فلسطین کے مددگاروں سے زور آزمائی کرنے والی فوج کو اپنے ملک میں اڈہ دے رہے ہیں۔دراصل غداروں کے بچے بھی غدار ہی ہوتے ہیں۔

باپ پر پوت، پتا پر گھوڑا
بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

یعنی ''الولد سر لابیہ''۔

سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے غداروں کے خفیہ معاہدے مغربی ممالک سے ہیں۔اصل حاکم مغربی حکومتیں ہیں اور غداروں کے بچے یہود و نصاریٰ کے نمائندے ہیں۔

(6) امریکہ اور نیٹو کو بھی اپنی حسرت مٹانے دیا جائے۔ان شاء اللہ تعالیٰ نتیجہ بہتر ہی رہے گا۔

فلسطین کی موجودہ جنگی صورت حال:

(1) اسرائیل اور اس کے اتحادی اس کوشش میں ہیں کہ غزہ پٹی میں اتنی بمباری اور اس قدر ظلم وستم کیا جائے کہ بہت سے عوام ہلاک ہو جائیں اور بچے کھچے لوگ دیگر ممالک کی طرف ہجرت کر جائیں۔

(2) چوں کہ فلسطینی عوام کو ہلاک کرنا مقصود ہے، لہٰذا غزہ پٹی میں خورد ونوش کی چیزیں، دوائیں اور انسانی زندگی کے لیے دیگر ضروری چیزوں کے بھیجنے پر اسرائیل نے پابندی لگا رکھی ہے۔

(3) یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مصر، جارڈن، دبئی، سعودی، بحرین وغیرہ اندرونی طور پر اسرائیل کے ساتھ ہیں۔اگر مسلم ممالک اندرون خانہ اسرائیل کے ساتھ نہ ہوتے تو غزہ پٹی میں نہ اس قدر ہلاکتیں ہوتیں اور نہ ہی فلسطینی مسلمان بھوک پیاس سے موت کے شکار ہوتے۔

(4) چوں کہ اسرائیل عام فلسطینی مسلمانوں کو ہلاک کر رہا ہے، لہٰذا اب حزب اللہ بھی اسرائیل کے عوامی مقامات پر حملے کر رہا ہے۔اس سے عام یہودیوں کی ہلاکتیں بھی ہو رہی ہیں۔

(5) ایران اور روس وچین فلسطینی مجاہدین اور ان کے حامیوں کی حمایت میں ہیں اور امریکہ ویورپ اور چند عرب ممالک اسرائیل کے ساتھ ہیں۔

(6) فی الفور جنگ ختم ہونے کی امید نہیں ہے۔دونوں طرف سخت تباہی وبربادی ہو رہی ہے۔انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔فلسطینی مسلمانوں کے حق میں دعائیں جاری رکھیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا فرما دے۔

فلسطین کی جنگ اور لیڈروں کی موت:

(1) فلسطینی مجاہدین کے مشہور حامی سابق ایرانی صدر ابراہیم رئیسی

(14: دسمبر 1960-19: مئی 2024) کی موت 19 مئی 2024 کو ہیلی کاپٹر حادثے میں ہوگئی، لیکن فلسطین واسرائیل کی جنگ جاری ہے۔ نئے ایرانی صدر ''مسعود پزشکیان'' نے بھی فلسطینیوں کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

(2) حماس کے سابق سربراہ اسماعیل ہانیہ (29 جنوری 1962-31 جولائی 2024) کی موت ایک حملے کے سبب ایران میں 31: جولائی 2024 کو ہوگئی، لیکن جنگ فلسطین جاری ہے۔ حماس کا نیا سربراہ ''یحییٰ سنوار'' کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس کی پالیسی اسماعیل ہانیہ سے بھی زیادہ سخت ہے، نیز اس کا ٹھکانہ غزہ کی سرنگوں میں ہے۔ اسرائیل کا وہاں تک پہنچنا یا اسے ہلاک کرنا انتہائی مشکل ہے۔

(3) چوں کہ حماس کے سربراہ اسماعیل ہانیہ کی موت ایران میں اسرائیلی حملے سے ہوئی تھی، لہٰذا ایران اس پر سخت ایکشن کی تیاری کر رہا ہے۔ جیسے امریکہ اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہے، ویسے ہی روس ایران کے ساتھ کھڑا ہے۔

(4) اسماعیل ہانیہ کے قتل کے سبب تمام فلسطینی حامی گروپس (حزب اللہ (لبنان)، انصار اللہ (یمن) عراقی وشامی مجاہدین وغیرہ) اور حماس کے حامی ممالک ایران، روس، چین وغیرہ کی حرکت تیز ہو چکی ہے۔

(5) انجام کا علم اللہ تعالیٰ عزوجل کو ہے، لیکن حالات اس قدر سنگین ہو چکے ہیں کہ اسرائیل وامریکہ کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کمزور ظالم اور طاقتور مظلوم:

(1) اسرائیل کے بارے میں جو ڈھنڈورا پیٹا گیا تھا کہ وہ فوجی اعتبار سے بہت طاقتور ہے۔ یہ خبر محض افواہ ثابت ہوئی۔ ہاں! یہ ضرور سچ ہے کہ یہودی ایک ظالم قوم ہے۔ قرآن وحدیث کے ساتھ کئی ہزار سالہ یہودی تاریخ اس کو سچ ثابت کرتی ہے۔ حالیہ جنگ نے ثابت کر دیا کہ اسرائیل نہ حماس سے مقابلہ کی قوت رکھتا ہے، نہ ہی حزب اللہ سے وہ ٹکر لے سکتا ہے۔ یہودی قوم دنیا کی ظالم ترین قوم ضرور ہے۔ اس کے پاس امریکہ ویورپ کے دیئے ہوئے بہت سے جنگی طیارے ہیں۔ اگر یہودیوں کے دس فوجی حماس کے ذریعہ مارے جاتے ہیں تو اسرائیل غزہ پٹی پر فضائی بمباری کر کے بہت سے فلسطینی مسلمانوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

(2) اگر کوئی ملک اسرائیل پر حملہ کر دے تو امریکہ اور یورپ اس کی مدد کے لیے دوڑ پڑیں گے، کیوں کہ اسرائیل کا وجود یہ ظاہر کرتا ہے کہ مشرق وسطیٰ سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور مسلم ممالک میں مغربی ممالک کے نمائندے حکمرانی کر رہے ہیں۔

(3) دنیا کے لوگ مسلم ممالک کے حکمرانوں سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں، حالاں کہ وہ سب اہل مغرب کے نمائندے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ ترکیہ سے غداری کے بدلے ان کو مغربی ممالک کا نمائندہ ہونے کا موقع میسر آیا ہے۔ اگر یہ لوگ اسرائیل سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر لیتے تو اسرائیل بے موت مر جاتا۔ نہ اسرائیل میں کھانا پانی پہونچ پاتا اور نہ ہی دیگر ضروری چیزیں پہونچ پاتیں۔

(4) لوگ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اسرائیل پر ایران حملہ کرے گا، حالاں کہ ایران کا حملہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ایران کی کوئی سرحد اسرائیل سے متصل نہیں ہے۔ اگر ایران کو اسرائیل پر حملہ کرنا ہے تو اسرائیل کے پڑوسی ممالک سے حملہ کے لیے اجازت لینا ہوگی، کیوں

کہ میزائل یا ڈرون پڑوسی ممالک کے فضائی حدود سے گزریں گے اور ہر ملک کے فضائی حدود میں اس ملک کے مسافر بردار طیارے اور دیگر طیارے اڑتے رہتے ہیں۔ میزائل وڈرون کسی طیارے سے ٹکرا سکتے ہیں۔ اگر ایران اجازت لے تو پڑوسی ممالک اجازت نہیں دیں گے اور اگر اجازت دے دیں تو بھی اسرائیل کو حملے کی خبر ہو جائے گی، کیوں کہ حملہ کے وقت ان ممالک کو اپنی فضائی سروس کو بند کرنا ہو گا۔ فضائی سروس کو بند کرنے کے لیے ایرپورٹ کے افسروں کو خبر کرنا ہو گا اور اسرائیلی ایجنٹ جا بجا موجود ہیں۔ فضائی حملہ اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب اچانک حملہ کر دیا جائے، ورنہ حملے کی خبر سن کر سارے یہودی بنکروں میں جا چھپیں گے۔ روئے زمین پر صرف عمارتیں ہی ہوں گی۔

سچ یہ ہے کہ ایران براہ راست حملہ نہیں کرے گا، بلکہ حزب اللہ اسرائیل پر حملے کرے گا اور اب رفتہ رفتہ حزب اللہ کے حملے سخت تر ہوتے بھی جا رہے ہیں۔ ابھی یہ جنگ جاری ہے۔ دوسری طرف امریکہ میں صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں۔ نئے صدر کی آمد کے بعد کیا حالات ہوتے ہیں، اس کے لیے کچھ دنوں تک انتظار کرنا ہوگا کہ جنگ کے حالات کیسے رہتے ہیں۔ ویسے جب تک امریکی صدر کا انتخاب نہیں ہو جاتا تب تک ایسا لگتا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوگی۔ اسی طرح دونوں طرف سے شبخون اور گوریلا حملے چلتے رہیں گے۔ ابھی تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ اس وقت یہ بتایا جا رہا ہے کہ حماس نے ۶/ اسرائیلی یرغمالوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حالانکہ حماس نے سختی کے ساتھ اس خبر کی تردید کی ہے۔ حماس کا کہنا ہے کہ ان کے ذریعہ یرغمال بنائے گئے ان چھ قیدیوں کو خود اسرائیلی فوجیوں ہی نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ مگر ان چھ قیدیوں کی موت سے اسرائیل میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ہے۔ اسرائیلی عوام وخواص نے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کے خلاف پورے ملک میں سڑکوں اور بازاروں میں اتر کر زبردست مظاہرے اور احتجاجات کئے ہیں۔ جن کا سلسلہ تا دم تحریر جاری ہے۔ خود اسرائیلی حکومت میں شامل اسرائیل کے وزیر دفاع، اسرائیل کی خفیہ ایجنسی ''موساد'' کے سربراہ اور لیبر یونین کے ذمہ داران نے بھی اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کی غزہ سے متعلق فوجی کاروائی پر مشتمل پالیسی پر سخت تنقید کی ہے۔ اس طرح اسرائیل کی عوام وخواص اس وقت اسرائیلی وزیر اعظم کے سخت خلاف ہیں اور اس سلسلہ میں اسے اپنے ہی ملک میں اپنے ہی لوگوں کی مخالفت کا زبردست سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ تجزیہ نگار تو یہاں تک دعویٰ کر رہے ہیں کہ اگر اسرائیلی قیدیوں کی اسی طرح اموات ہوتی رہیں تو وہ دن دور نہیں کہ جب اسرائیلی وزیر اعظم کا تختہ خود وہاں کی عوام ہی پلٹ کر رکھ دے۔

اتنی زبردست ہلاکت و بربادی اور اتنی کثیر تعداد میں بے قصور فلسطینیوں کے مارے جانے کے باوجود اپنے آپ کو مہذب بتانے والی مغربی قوم نہ صرف یہ کہ خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے بلکہ امریکہ و یورپ اور مغربی اقوام کے سربراہ مجرمانہ طور پر اسرائیل کا ساتھ دیتے دکھائی دے رہے ہیں۔ عرب ممالک کے سربراہ تو شروع ہی سے بے حیائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ان سے کسی خیر کی توقع رکھنا ہی بیکار ہے۔ اللہ فلسطینیوں اور اہل غزہ کا حامی و ناصر ہے۔

☆

امریکہ میں بینک سے قرض لینے کی شرعی حیثیت

از۔ مفتی قمرالحسن بستوی، امام وخطیب مسجدالنوراہلسنت وجماعت (مرکز) ہوسٹن ٹیکساس، امریکہ

اس وقت امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے ایک چیز نہایت الجھن وخلجان کا باعث بنی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ یہاں کے قوانین کی رو سے جولوگ کرائے پر مکان حاصل کر کے رہائش اختیار کرتے ہیں انہیں بہت سی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں ان کے لیے آسان راستہ یہ رہتا ہے کہ یہ لوگ اپناذاتی مکان خرید لیں مگراس کے لیے خطیر رقم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کا ایک راستہ یہ ہے کہ یہاں کے بینکوں سے ذاتی مکان بنانے اورخریدنے کے لیے لون اور قرض حاصل کیا جائے مگراس میں مشکل یہ ہے کہ اس قرض پر بینک ایک مخصوص منافع حاصل کرتے ہیں۔ اب یہاں دوصورتیں ہیں: پہلی یہ کہ بینک کو قرض پر منافع دینے سے بچا جائے اور کرائے کے مکان میں ہی بود و باش اختیار کرتے ہوئے یہاں کی قانونی پابندیوں پرعمل کیا جائے اور مدت دراز تک کرائے کی صورت میں ایک بڑی رقم ادا کی جاتی رہے۔ پھر بھی مکان اپنا نہ بنا سکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بینک سے قرض لے کر اسے مخصوص منافع ادا کیا جائے اوراپناذاتی مکان بنالیا جائے۔ اب ان دوصورتوں میں سے کون سی صورت اختیار کی جائے کہ جو یہاں کے مسلم باشندوں کے لیے زیادہ آسان، زیادہ نفع بخش اور زیادہ سہولت والی ہونے کے ساتھ شرعی اور فقہی طور پر جائز وروا بھی ہو۔

چونکہ یہاں کے باشندوں کو اس وقت اس صورت کا عمومی طور پر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں جو دیندار طبقہ ہے وہ اس بات کا خواہاں رہتا ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے جو جائز بھی ہو اوران کے لیے نفع بخش بھی۔ اس لیے ایسے لوگ ارباب فقہ وافتا اور علما سے اس سلسلہ میں شرعی اور فقہی حکم معلوم کرتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ہم سے بھی ایک سوال کیا گیا۔ ذیل میں سائل کا وہ سوال اور ہمارا اس سوال کی روشنی میں تحریر کردہ جواب پیش کیا جارہا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین کہ امریکہ میں بینک سے قرض لے کر مکان خریدنا کیسا ہے؟ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ بینک جوقرض دیتا ہے اس پر وہ کچھ شرح اضافہ (سود) بھی لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہاں رہائش کرائے کے مکان یا اپارٹمنٹ میں بہت مہنگی پڑتی ہے۔ یہاں کی لائف اسٹائل میں یہ ہے کہ اگر میاں بیوی ہوں تو ایک بیڈروم کی اجازت ہوتی ہے مگر بچہ ہونے کی صورت میں دو بیڈروم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر مزید بچے ہوئے تو بتدریج کمرہ کا اضافہ ناگزیر ہوتا ہے۔ جبکہ مکان ہونے کی صورت میں ایسی کوئی پابندی نہیں۔ فرض کریں کہ اگر کوئی شخص مثلاً ایک ہزار ڈالر ماہانہ کرائے پر رہتا ہے اور وہ اسی طرح ایک لمبے عرصے مثلاً دس سال، بیس سال تک رہا تو اس طرح گویا اس نے دولاکھ چالیس ہزار کرایہ دے دیا جبکہ اس کا اپنا کچھ نہیں ہوا اور مکان خریدنے کی صورت میں اسی مقدار سے وہ مکان اورزمین کا مالک بھی ہوجاتا ہے۔ پھر وہ اگراس کو کبھی بیچے بھی تو اس کی رقم بحفاظت اس

کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔اب ایسی صورت اس شرح اضافہ (سود) پر قرض لینا کیسا ہے؟ کیا شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی گنجائش ہے؟ بینوا توجروا۔

ایک بندۂ خدا ہوسٹن امریکہ

الجواب بعون الملک الوہاب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب: سود حرام قطعی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کا حکم اتاراہے۔"واحل اللہ البیع وحرم الربٰو"(البقرہ: آیت ۲۷۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی تجارت کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کیا۔

اس میں کسی کی کوئی تخصیص نہیں کوئی بھی ہو مسلم، کافر، ملحد یا مشرک۔

امام اہلسنت مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"اس میں تخصیص مسلم، کافر، سنی بدمذہب کسی کی نہیں۔سود لینا کسی سے حلال نہیں۔جو حلال ہے وہ سود نہیں اور جو سود ہے، وہ حلال نہیں۔کافر غیر ذمی کا مال بلاغدر جو حاصل ہو وہ مال مباح سمجھ کر لینا حلال ہے۔سود جان کر لینا حرام ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۷، ص ۳۴۱، مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

امریکہ دارالحرب ہے اور یہاں کا غیر مسلم کافر حربی اور کافر حربی سے غدر کے علاوہ جس طریقہ سے بھی نفع حاصل ہو وہ سود نہیں۔

دارالحرب کے تعلق سے امام اہلسنت نے یہ تین شرطیں بیان کی ہیں:

۱۔دارالاسلام وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو۔

۲۔یا اب نہیں تو پہلے تھی اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائر اسلام مثل جمعہ وعیدین واذان واقامت وجماعت باقی رکھے۔

۳۔اور اگر شعائر کفر جاری کئے اور شعائر اسلام یک لخت اٹھا دیئے اور اس میں کوئی شخص امان اول پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھری ہوئی نہیں تو دارالحرب ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۷، ص ۳۶۷، مکتبہ مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات)

اس قول کی روشنی میں امریکہ کا دارالحرب ہونا واضح اور یہاں کا غیر مسلم حربی اور حربی سے غدر کے علاوہ تمام طریقے مباح ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار میں سیر کبیر کی شرح کے حوالے سے نقل فرمایا:

"واذا دخل المسلم دارالحرب بامان، فلاباس بان یاخذمنھم اموالھم بطیب انفسھم بای وجه کان، لانه انما اخذالمباح علی وجه عریٰ عن الغدر، یکون ذالك طیباله والاسیر والمستامن سواء حتی لوباعھم درھمابدرھمین اوباعھم میتة بدراھم او اخذ مالامنھم بطریق القمارفذالك کله طیب۔"

(ردالمحتار (شامی) جلد ۵، ص ۸۶، باب الربا۔ ناشر ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی پاکستان)

ترجمہ: جب کوئی مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ حربیوں کا مال ان کی رضا سے کسی بھی طریقہ سے لے کیونکہ اس نے مال مباح ایسے طریقہ سے لیا ہے جو غدر (دھوکہ) سے خالی ہے۔تو وہ اس کے لئے حلال ہوگا اور قیدی اور مستامن برابر ہیں۔یہاں تک کہ اگر اس نے ایک درہم دو درہم کے عوض بیچا۔یا چند درہموں کے عوض مردار کو بیچا یا ان کا مال جوئے کے ذریعہ لیا تو وہ سب حلال ہے۔

علامہ امام علاء الدین کاسانی (م ۵۸۷ھ) نے بدائع الصنائع میں سود

ہونے کے لئے کچھ شرائط بیان کی ہیں: جن میں کی پہلی شرط یہ ہے:

فمنها: ان یکون البدلان معصومین، فان کان احدهما غیرمعصوم، لایتحقق الربا عندنا، و عند ابی یوسف: هذا لیس بشرط ویتحقق الربا۔

ترجمہ: شرائط ربا سے یہ ہے کہ بدلان معصوم ہوں۔ تو اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک غیر معصوم ہو تو ہمارے نزدیک ربا (سود) متحقق نہیں ہوگا۔ مگر امام ابو یوسف کے نزدیک یہ کوئی شرط نہیں بلکہ ربا متحقق ہوجائے گا۔

(بدائع الصنائع جلد۴، ص ۴۱۶، کتاب البیوع، فصل شرائط جریان الربا) ناشر دارالکتاب دیوبند الہند)

وعلی هذاالاصل یخرج ما اذا دخل مسلم دارالحرب تاجرا فباع حربیا درهما بدرهمین۔ او غیرذالك من سائر البیوع الفاسدة فی حکم الاسلام، انه یجوز عندابی حنیفة ومحمد۔وعندابی یوسف لایجوز۔ وعلی هذاالخلاف المسلم الاسیر فی دارالحرب او الحربی الذی اسلم هناك ولم یهاجر النیافبایع احدا من اهل الحرب۔ (حوالہ مذکورہ)

ترجمہ: اسی اصل پر یہ مسئلہ ہے کہ جب کوئی مسلمان تجارت کے لئے دارالحرب میں داخل ہوا تو اس نے کسی حربی سے ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچا یا اس کے علاوہ وہ ساری بیع جو حکم اسلام میں فاسد ہیں کیا۔ تو یہ امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک جائز ہیں۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ناجائز۔ اور اسی اختلاف پر یہ مسئلہ بھی کہ وہ مسلم جو دارالحرب میں قید ہے یا وہ حربی جس نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا مگر ہماری طرف (دارالاسلام) میں ہجرت نہیں کی اور اس نے کسی حربی سے کچھ بیچا۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اسی مسئلے کو شرنبلالیہ کے حوالہ سے بیان فرمایا:

قال: فی الشرنبلالیه ومن شرائط الربا عصمة البدلین۔ وکونهما مضمونین بالاتلاف، فعصمة احدهما و عدم تقومه لایمنع۔ فشراء الاسیر ا والتاجر مال الحربی او المسلم الذی لم یهاجر بحنسه، متفاضلا جائز۔

(ردالمحتار (شامی) جلد۵، ص ۱۶۸، باب الربا، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی پاکستان)

ترجمہ: شرنبلالیہ میں فرمایا: شرائط ربا سے بدلین کا معصوم ہونا ہے اور دونوں کا تلف ہونے کی صورت میں ضامن ہونا بھی ہے۔ تو ان دونوں میں سے ایک کا معصوم اور غیر متقوم ہونا منع نہیں کرے گا۔ تو اسیر (قیدی) یا تاجر کا حربی یا وہ مسلمان جس نے (دارالحرب سے) ہجرت نہیں کی اس جنس سے زیادتی کے ساتھ خریدنا جائز ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی (م ۹۷۰ھ) نے البحر الرائق میں اسی مسئلے کو واضح کیا کہ:

وحکم من اسلم فی دارالحرب ولم یهاجر کالحربی عندابی حنیفة لان ماله غیرمعصوم عنده فیجوز للمسلم الربامعه۔

(البحر الرائق جلد۶ ص ۲۲۶، کتاب البیع باب الربا، ناشر دارالکتاب دیوبند الہند)

ترجمہ: اس کا حکم کہ جس نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا اور وہاں سے ہجرت نہیں کی، امام اعظم کے نزدیک حربی کی طرح ہے اس لئے کہ اس کا مال معصوم نہیں۔ ان کے نزدیک مسلمان کو اس کے ساتھ ربا جائز ہے۔

دراصل اس کا مناط و مدار حضرت امام مکحول رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث

مرسل ہے جس کو شمس الائمہ امام ابوبکر محمد بن احمد السرخسی الحنفی علیہ الرحمہ (م۴۹۰ھ) نے المبسوط میں نقل فرمایا ہے۔

"عن مکحول عن رسول الله صلی الله علیه وسلم: لاربا بین المسلمین وبین اهل دارالحرب فی دارالحرب۔"

(المبسوط للسرخسی، جلد ١٤، ص ٦٩، باب الصرف فی دارالحرب۔ دارالکتب العلمیه۔ بیروت، لبنان)

ترجمہ: حضرت مکحول علیہ الرحمہ والرضوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں اور حربیوں کے درمیان دارالحرب میں سود نہیں ہوتا۔

پھر امام مکحول رضی اللہ عنہ کی اس مرسل حدیث پر گفتگو فرماتے ہوئے اس کا حکم بیان فرمایا:

وهذا الحدیث و ان کان مرسلا فمکحول فقیه ثقة۔ والمرسل من مثله مقبول۔ و هو دلیل لابی حنیفة ومحمد رحمهما الله فی جواز بیع المسلم الدرهم بالدرهمنین من الحربی فی دارالحرب۔

(المبسوط للسرخسی جلد۱۴ ص ۶۹، باب الصرف فی دارالحرب۔ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر مکحول فقیہ اور ثقہ ہیں اور ان جیسوں کی مرسل مقبول ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد علیہما الرحمہ کی حربی سے دارالحرب میں کسی مسلمان کا ایک درہم کو دو درہم میں بیچنے کے جواز کی دلیل ہے۔

امام مکحول رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام شافعی اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ نے غریب کہہ کر حجت ماننے سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ نصب الرایہ میں ہے:

"قال الشافعی: و هذا لیس بثابت ولاحجة فیه۔"

(نصب الرایة للامام جمال الدین الزیلعی جلد۴ ص۸۴۔ باب الربا، کتاب البیوع)

ترجمہ: امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یہ حدیث ثابت نہیں اور اس میں کوئی حجت نہیں۔

امام ابن ہمام کمال الدین علیہ الرحمہ نے اس کے تعلق سے نقل فرمایا:

"وهذا الحدیث غریب۔ ونقل ماروی مکحول عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال ذالك قال الشافعی۔"

(فتح القدیر جلد۶ ص۱۷۸۔ باب الربا، ناشر المکتبة الرشیدیه، کوئٹہ پاکستان)

ترجمہ: یہ حدیث غریب ہے اور امام مکحول نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی تو اس کے غریب ہونے کا قول امام شافعی نے کیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام مکحول کی ثقاہت پر اکابرین نے کیا رائے قائم کی ہے، اس کا ذکر بھی قدرے کر دیا جائے تاکہ اس حدیث کا معیار واضح ہو جائے۔ ویسے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کو قبول کرنا بذات خود اس کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ تاہم مزید شواہد سے اس کو مزید تقویت پہنچائی جائے۔ اس سلسلے میں امام شہاب الدین ابوالفضل ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری علیہ الرحمہ (م ۸۵۲ھ) نے تہذیب التہذیب فی رجال الحدیث میں نقل فرمایا:

"قال ابومسهر عن سعیدبن عبدالعزیز کان سلیمان بن موسیٰ یقول: اذا جاء بالعلم من الشام عن مکحول قبلناه۔ وقال مروان بن محمد عن سعید: لم یکن فی زمان

مکحول ابصر منه بالفتیا، وقال عثمان بن عطاء: کان مکحول اعجمیا، و کل ماقال بالشام قبل منه۔ وقال ابن عمار: کان مکحول امام اهل الشام وقال العجلی: تابعی ثقة۔ وقال ابن خراش: شامی صدوق کان یری القدر۔"

(تہذیب التہذیب جلد ٦،ص ٤٠٤،حرف المیم۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت، لبنان)

ترجمہ: ابومسہر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ سلیمان بن موسیٰ کہا کرتے تھے: جب شام سے کوئی علم مکحول کی طرف سے آیا تو ہم نے اسے قبول کیا اور مروان بن محمد نے سعید سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مکحول کے زمانے میں مسائل شرعیہ کے بارے میں ان سے زیادہ کوئی دیدہ ور نہیں تھا۔ عثمان بن عطاء نے کہا۔ مکحول عجمی تھے اور شام سے انہوں نے جو کہا اس کو قبول کیا گیا اور ابن عمار نے کہا کہ مکحول شامیوں کے امام تھے اور عجلی نے کہا کہ مکحول تابعی ثقہ ہیں اور ابن خراش نے کہا کہ مکحول شامی، صدوق (بہت سچے) ہیں اور تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔

امام حافظ ابوالحجاج جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن المزی (م ۷۴۲ھ) نے تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں نقل فرمایا کہ:

"قال ابوسهر عن سعید بن عبدالعزیز: کان سلیمان بن موسیٰ یقول: اذا جاء نا العلم من الحجاز عن الزهری قبلناه۔ واذا جاء نا من العراق عن الحسن قبلناه، واذا جاء نا من الجزیرة عن میمون بن مهران قبلناه، واذا جاء نا من الشام عن مکحول قبلناه، و کان هو لاء الاربعة علماء الناس فی خلافة هشام۔ و قال هشام بن خالد: سمعت مروان بن محمد یحدث عن سعید بن عبدالعزیز قال: کان مکحول افقه من الزهری۔ وقال: مکحول افقه من اهل الشام۔"

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جلد ١٠، ص ٨٩، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ترجمہ: ابومسہر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا کہ سلیمان بن موسیٰ فرمایا کرتے تھے۔ جب علم ہمارے پاس حجاز سے زہری کی طرف سے آیا ہم نے اس کو قبول کیا۔ اور جب عراق سے حسن بصری کی طرف سے آیا ہم نے اس کو قبول کیا۔ اور جب جزیرہ سے میمون بن مہران کی طرف سے آیا ہم نے اس کو قبول کرلیا۔ اور جب شام سے مکحول کی طرف سے آیا تو ہم نے اس کو قبول کرلیا۔ اور یہ چاروں ہشام کی خلافت کے زمانے میں لوگوں میں بڑے عالم تھے۔ اور ہشام بن خالد نے کہا کہ میں نے مروان بن محمد کو سعید بن عبدالعزیز سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا: "مکحول زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور فرمایا کہ مکحول اہل شام میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔

امام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) علیہ الرحمہ نے تقریب التہذیب میں بیان کیا:

"مکحول الشامی ابوعبدالله ثقة فقیه کثیرالارسال مشهور رمن الخامسة، مات سنة بضع عشرة ومائة۔"

(تقریب التہذیب لا بن حجر عسقلانی ص ۵۴۵، تذکرہ نمبر ٦٨٧٥ دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ: ابوعبداللہ مکحول شامی ثقہ فقیہ ہیں کثیر الارسال ہیں۔ طبقہ خامسہ سے مشہور ہیں۔ سنہ ۱۱۰ھ میں کچھ اوپر انتقال فرمایا:

اوپر امام سرخسی علیہ الرحمہ کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے

کہ ان جیسوں کی مرسل مقبول ہے۔لہٰذا اس کی حجیت پر اب مزید کوئی سوال کی گنجائش نہیں رہ گئی جبکہ ان کی ثقاہت پر بڑے بڑے محدثین اور فقہا نے اعتماد کیا ہے جیسا کہ ابھی گزرا، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امنائے ملت اور علمائے امت کے عمل سے بھی حدیث میں تقویت پیدا ہوجاتی ہے۔امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ (م ۱۳۴۰ھ) نے ''فتاویٰ رضویہ'' میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ:

''کبھی حدیث، سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ امت و امنائے ملت بنظر قرائن خارجہ یا مطابقت قواعد شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ ان کا یہ عمل ہی موجب تقویت وصحت حدیث ہوجاتا ہے۔ یہاں صحت، عمل پر متفرع ہوئی نہ عمل، صحت پر۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷، ص ۶۴، مسئلہ ۱۶، ناشر مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات ہند)

پھر ایک جگہ حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر ''مسلم الثبوت'' اور اس کی شرح ''فواتح الرحموت'' کے حوالے سے تفصیلی گفتگو فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"المرسل ان كان من الصحابى يقبل مطلقا اتفاقا۔ وان من غيره فالاكثر، ومنهم الامام ابو حنيفة والامام احمدرضى الله تعالىٰ عنهم قالوا يقبل مطلقا اذا كان الراوى ثقة۔ وقال ابن ابان رحمة الله تعالىٰ من مشائخنا الكرام يقبل من القرون الثلاثة مطلقا ومن ائمة النقل بعدتلك القرون۔ وقال طائفة من المتاخرين منهم الشيخ ابن حاجب المكى والشيخ كمال الدين ابن الهمام مايقبل من ائمة النقل مطلقا من اى قرن كان اعتضد بشئى ام لا، ويتوقف فى المرسل من غيرهم وهوالمختار۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم، ص ۶۲۶، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات ہند)

ترجمہ: مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علمائے حق کہ جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم بھی ہیں، ان کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً قبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو۔ابن ابان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں۔فرماتے ہیں کہ قرون ثلٰثہ (تین زمانوں) (یعنی صحابی، تابعی، تبع تابعی، قمر) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے۔

متاخرین کی جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہم سے (یعنی احناف سے) ان کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے۔خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو۔اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے۔(ترجمہ)

حربی کے معاملہ میں دارالحرب کی قید ذکر فرمانا یہ مستامن کو اس سے خارج کرنا مقصود ہے۔کیونکہ امان کی وجہ سے اس کا مال مباح نہیں ہے۔امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیان فرمایا کہ:

"واطلاق النصوص فى مال محظور، وانما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر، فاذا لم ياخذ غدرا فباى طريق ياخذه حل بعدكون برضا بخلاف المستامن منهم عندنا لان ماله صار محظورًابالامان، فاذا اخذه بغيرالطريق المشروعة يكون غدرا۔"

(فتح القدیر للامام ابن ہمام جلد ۷، ص ۳۸، باب الربا کتاب البیوع زکریا بک ڈپو دیو بند)

ترجمہ: نصوص کا اطلاق مال ممنوع میں ہے۔ حربی کا مال غدر (دھوکے) سے لینا یہ مسلمان پر حرام ہے۔ تو جب دھوکے سے نہ لے پھر جس طریقے سے لے اس کو حلال ہے اس کی رضا حاصل ہونے کے بعد، بخلاف مستامن کہ ان کے درمیان دارالاسلام میں کیونکہ اس (مستامن) کا مال امان کی وجہ سے ممنوع ہوگیا۔ تو اگر مشروع طریقے کے بغیر لیا وہ غدر (دھوکہ) ہوگا۔

امام اہلسنت نے اسی کو فرمایا کہ:

''علماء نے کہ مسئلہ حربی میں قید دارالحرب ذکر فرمائی۔ اس کا منشاء اخراج مستامن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۷، ص ۳۱۳، مسئلہ نمبر ۱۴۰، ناشر مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند)

ان تمام تصریحات سے یہ واضح ہوا کہ دارالحرب میں حربی کا مال غدر کے علاوہ جس بھی طریقہ سے لیا جائے وہ حلال ہے۔ مگر صدرالشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمہ '' فتاویٰ امجدیہ'' میں نقل فرماتے ہیں کہ:

''فی دارالحرب کی قید اتفاقی ہے۔''

(فتاویٰ امجدیہ جلد۳، ص ۲۱۵، باب الرباء، ناشر دارالعلوم امجدیہ، مکتبہ رضویہ، کراچی، پاکستان)

یہاں تک بحث یہ تھی کہ اگر حربی سے مسلمان کو فائدہ ہو غدر کے سوا کسی بھی نوع سے تو وہ جائز وحلال ہے مگر بینکوں سے قرض لینے کی صورت میں ایک مخصوص فیصد قرض لی ہوئی رقم پر اضافہ کے ساتھ لوٹانا پڑتا ہے۔ اس کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ کچھ اس کو جائز کہتے ہیں بعض بہ تحت ضرورت نرم گوشہ اختیار کر کے جواز کا حکم دیتے ہیں۔

اگر زیادت مسلمان کو حاصل ہو تو اس کے جواز پر ہمارے فقہائے احناف نے اجازت دی ہے۔ مگر حدیث پاک میں جو ''لا ربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب'' ارشاد ہوا ہے اس میں عموم ہے کہ لانفی جنس کے لئے ہے اور یوں بھی اصول میں ہے کہ ''نکرہ جب تحت نفی واقع ہو تو عموماً وہ استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔'' ایسی صورت میں قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ جس طرح لینا حلال ہے تو دینا بھی حلال ہونا چاہئے مگر چونکہ کی کتابوں میں یہ حکم مذکور نہیں۔ امام ابن ہمام علیہ الرحمہ (م ۶۸۱ھ) نے فتح القدیر میں بیان فرمایا کہ:

(۱) ''لا یخفی انه انما یقتضی حل مباشرة العقد اذا كانت الزیادة ینالها المسلم۔''

(فتح القدیر جلد۷، ص ۳۹، باب الرباء کتاب البیوع۔ ناشر زکریا بک ڈپو، دیوبند ہند)

(۲) لایخفی انه انما اقتضی حل مباشرة العقد اذ کان الزیادة ینالها المسلم۔

(البحر الرائق جلد۶، ص ۲۲۶، باب الرباء کتاب البیوع ناشر دارالکتاب دیوبند الہند)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ (م ۱۲۲۵ھ) نے ردالمحتار میں فرمایا۔

(۳) لایخفی ان هذا التعلیل انما یقتضی حل مباشرة العقد اذا كانت الزیادة ینالها المسلم۔

(ردالمحتار جلد۵، ص ۱۸۶، باب الربا، ناشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، پاکستان)

ترجمہ: مخفی نہ رہے کہ یہ تعلیل اس بات کی مقتضی ہے کہ مباشرہ عقد اسی وقت حلال ہے جب زیادت مسلمان کو حاصل ہو۔

بینک سے قرض لے کر مکان خریدنے کی صورت میں بادی النظر میں محسوس ہوتا ہے کہ زیادت بینک کو مل رہی ہے۔ مگر بہ نظر غائر جب اس پر غور کیا جائے تو یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے کہ زیادت بینک کو نہیں بلکہ قرض لینے والے کو مل رہی ہے اور اس میں اس کا فائدہ ہے۔ جیسا کہ سوال میں اس پر قدرے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ بینک جو قرض دے کر ایک مخصوص شرح اضافہ سے وصول کرتا ہے اگر شخص مذکور کسی کرائے کے مکان میں لمبے عرصے تک رہتا ہے اور ہر ماہ مستعدی سے کرایہ ادا بھی کرتا ہے کیونکہ کرایہ ماہانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں لیزنگ آفس (CEASING OFFICE) سے نوٹس جاری ہوجاتا ہے اور ڈپازٹ (DEPOSIT) کی رقم جو کرائے کے مکان یا اپارٹمنٹ لینے سے پہلے تحفظ کے طور پر جمع کرائی جاتی ہے، وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ نیز یہ کہ طویل عرصے سے کرایہ کی رقم کا اگر مجموعی تخمینہ لگایا جائے تو اس رقم میں مکان کا خریدار خود اس کا مالک ہوگا۔ مثلاً ایک بیڈروم کا کرایہ ۷۰۰ ڈالر دو بیڈروم کا ۱۵۰۰ ڈالر تین بیڈروم کا کرایہ ۲۰۰۰ ڈالر وغیرہ۔ پھر کرایے کی شرح محل وقوع کے اعتبار سے کم و بیش بھی ہوا کرتی ہے۔ اب اگر کوئی دو ہزار ڈالر ماہانہ کرایہ پر کسی اپارٹمنٹ میں دس سال رہا تو وہ دو لاکھ چالیس ہزار کرایہ دے چکا اور اگر بیس سال رہا تو چار لاکھ اسی ہزار دے چکا۔ جبکہ وہ نہ تو کسی اپارٹمنٹ کا مالک ہوا اور نہ ہی کسی زمین کا۔ حالانکہ اسی رقم میں ایک گھر آسانی سے مل جائے گا۔ تو جو کرایہ وہ ماہانہ دے رہا تھا اسی کو اقساط (MENTS INSTRAL) بنا کر ادا کرتا رہا اب بیس سال کے بعد وہ اس مکان کا مالک ہے۔ جب چاہے بیچ دے اور جو رقم قسطوں میں ادا کر چکا تھا وہ سب اس کو حاصل ہوں گی۔ مزید اگر دس سال مزید اس گھر میں رہا تو کرائے کی رقم الگ سے بچت میں آئی۔ تو یہ قرض لینے والے کا نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے۔ لہٰذا جب مسلم کو حاجت ہے یا ظن غالب ہو کہ نفع کم دینا پڑے گا اور مسلمان کا فائدہ زیادہ ہوگا تو ایسے قرض والوں کو اجازت ہوگی۔

ردالمحتار، ج۴، ص۲۰۹ پر ہے:

ان الاباحة بقيد نيل المسلم الزيادة وقد الزم الاصحاب فى الدرس إن مرادهم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزيادة للمسلم نظرا الى العلة۔ ١ھ

(ترجمہ: اباحت مسلمان کے زیادہ پانے کی قید پر ہے۔ اساتذہ اصحاب درس نے یہ لازم کیا ہے کہ ان کی مراد ربا و قمار کے حلال ہونے میں یہ ہے کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو۔ اس کی علت پر نظر کرتے ہوئے۔)

فقیہ الہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (م ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) سے راقم الحروف نے ۱۹۹۷ء میں اسی طرح کا ایک استفتاء کیا تھا۔ اس کا جواب حضرت نے مرحمت فرمایا تھا۔ اس میں رقم طراز ہیں کہ:

''امام ابن ہمام کی عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ سود ہے۔ البتہ اگر زیادتی مسلمان کو ملے تو حلال ہے ورنہ حرام۔ لیکن ترجیح متون ہی کو ہے کہ دونوں صورتیں سود نہیں اور ظاہر حدیث کا مقتضی یہی ہے۔ بہر حال یہ ضمنی ہے کہ سود ہے یا نہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ

قرض لے کر زائد رقم دینا جائز نہیں۔لیکن دنیا کے معاشی نظام پر نظر رکھتے ہوئے جزوی طور پر اس کی اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں بوجہ حاجت۔مثلاً کسی کے لئے مکان نہیں وہ مکان بنانے کے لئے یا اس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں۔یا بینک سے قرض نہ لینے کی صورت میں انکم ٹیکس یا کسی قسم کے ٹیکس کا خطرہ ہے تو میرے خیال میں اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

(قلمی فتویٰ حضرت مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ)

اسی طرح کا ایک سوال تاج الشریعہ شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ (م ۱۴۳۹ھ ۲۰۱۸ء) سے بھی کیا گیا تھا۔جس میں انہوں نے جواز کا حکم دیا تھا۔اور جس کی تصدیق حضرت علامہ قاضی مفتی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی ہم سوال وجواب کو من وعن نقل کر رہے ہیں:

''سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ گورنمنٹ سے قرض لینا جسے واپس کرنے میں اصلی رقم سے زیادہ دینا پڑتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دلیل جواز کیا ہے اور اگر ناجائز ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سراج الحسن قادری، انچارج دارالعلوم ربانیہ، باندہ۔

الجواب: کفار زمانہ، حربی ہیں۔ان سے سلوک انہیں نفع پہنچانا بلاضرورت شرعیہ حرام ہے۔قال تعالیٰ انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ الآیۃ لہٰذا یہ معاملت بےضرورت حرام ہونا چاہئے مگر چونکہ مسلمانوں کو اس میں نفع کثیر ہے اور بینک کو نفع قلیل لہٰذا اجازت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

۲۷/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

صح الجواب: فی الواقع بےضرورت انہیں نفع پہنچانا منع وگناہ ہے اوران سے نفع حاصل کرنا منع نہیں۔اس قرضہ سے مقصد اپنا فائدہ ہے۔اگر مطلقاً نفع پہنچنے کی ہر صورت کو ناجائز تصور کریں تو ان سے خرید وفروخت بھی ناجائز ہوجائے گی۔حالانکہ معاملات ان سے جائز ہیں۔معلوم ہوا کہ جس صورت میں اپنا نفع مظنون ہو اس صورت میں حکم جواز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف ص۱۲، جولائی اگست ۲۰۰۲ء)''

لہٰذا ان مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں امریکہ کے اندر یا کسی بھی دارالحرب جیسے یورپ، چین، جاپان، آسٹریلیا وغیرہ میں مسلمان کے معاشی استحکام اور فوائد کے لئے بینک سے قرض لینے میں ممانعت نہیں ہونی چاہئے۔البتہ وہ ''قرض جو بینک سے لیا گیا ہے اس کو جلد از جلد ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔جیسا کہ امریکہ میں قرض کو جلد اتارنے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ھذا ماظھر لی والحق عنداللہ وھو اعلم بالصواب۔

فقیر محمد قمرالحسن قادری غفرلہ القوی

خادم افتاء وامام وخطیب

مسجد النور اہلسنت وجماعت (مرکز)

ہوسٹن ٹیکساس، امریکہ

مورخہ ۶/محرم الحرام ۱۴۴۶ھ/۱۳/جولائی ۲۰۲۴ء ہفتہ

جامعہ حبیبیہ کو بچائیں

از۔مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی، روشن مستقبل دہلی

مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ رئیس اعظم اڑیسہ کا قائم کردہ ادارہ ''جامعہ حبیبیہ'' الٰہ آباد اس وقت بے حد نازک موڑ پر کھڑا ہے۔ ذرا سی تاخیر یا سستی ہوئی تو ڈیڑھ بیگھہ زمین پر پھیلی ہوئی تین منزل کی پرشکوہ عمارت بلڈوز کر دی جائے گی اور یہ انہدام صرف ''جامعہ حبیبیہ'' ہی کا نہیں بلکہ ملت کے اس حوصلے کا بھی ہوگا جو ناموافق حالات کے باوجود بھی کمزور نہیں پڑا ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو پھر کسی بھی شہر کا کوئی ادارہ محفوظ نہ رہ سکے گا، ذرا سے شک وشبہ/کسی ملازم پر کسی غیر قانونی الزام یا کسی تکنیکی کمی کا سہارا لے کر مدرسوں کو بلڈوز کرنے کا راستہ کھل جائے گا جسے روک پانا کسی کے لیے آسان نہ ہوگا۔اس لیے ضروری ہے کہ اہل سنت کے قائدین، بڑے ادارے اور بلند و بالا شخصیات آگے آکر اس ادارے کو بچانے کے لیے دفاعی اقدام کریں، ماہرین قانون سے مشاورت کر کے کورٹ کچہری کے ذریعہ اس کی حفاظت اور اس کو بچانے کی طرف پیش قدمی کریں۔

اصل قضیہ کیا ہے؟: اٹھائیس اگست ۲۰۲۴ کو ''جامعہ حبیبیہ'' الٰہ آباد (موجودہ پریاگ راج) میں پولیس کی ریڈ پڑتی ہے۔ ''پولیس بریفنگ'' (بیانات) کے مطابق وہاں ایک کمرے سے کچھ نقلی نوٹ، ہائی کوالٹی اسکینر اور نوٹ چھاپنے کا دیگر ساز و سامان برآمد ہوا۔اس کیس میں کل چار لوگ گرفتار ہوئے جس میں ادارے کے پرنسپل مولانا تفسیر العارفین بھی شامل بتائے گیے ہیں۔تفسیر العارفین، جماعت اہل سنت کے جید عالم دین، ماہر لفت لسان حضرت علامہ عاشق الرحمٰن حبیبی علیہ الرحمہ کے فرزند ہیں۔مجاہد ملت کے بعد اس ادارے کے روح رواں علامہ عاشق الرحمٰن حبیبی ہی رہے ہیں۔تفسیر العارفین کی گرفتاری اور ان کے اس کام میں ملوث ہونے کی خبر نے سبھی کو حیرت میں ڈال دیا۔کیوں کہ کسی کو ایسی امید نہیں ہے کہ اتنے قدیم، مالی طور پر مستحکم ادارے کا پرنسپل اور ایک عظیم باپ کا بیٹا ایسے کام میں ملوث ہوسکتا ہے؟

خیر اب یہ عقدہ تو کورٹ ہی میں کھلے گا کہ الزامات سچے ہیں یا وہ کسی کی سازش کا شکار ہوئے ہیں، اصل معاملہ ادارے کی بقا کا ہے۔اگر پرنسپل پر لگائے ہوئے الزامات ثابت ہوجائیں تو ان پر یا دیگر ملزمین پر قانونی کاروائی سے کسی انصاف پسند شہری کو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مسلمانوں کو دھڑکا اس بات کا تھا کہ کہیں گھما پھرا کر مدرسہ کو بند کرنے یا نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ خدشہ یقین میں بدل گیا ہے اور اس ادارے پر سردست پولیس نے اپنے تالے لگا کر اسے سیل کر دیا ہے۔

پولیس کی تلاشی میں مہاراشٹر کے سابق انسپکٹر جنرل آف پولیس ''ایس ایم مشرف'' کی تصنیف کردہ کتاب ''آر ایس ایس ملک کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم'' دستیاب ہوئی۔اس کتاب کو بنیاد

بنا کر اب یہ تھیوری چلائی جا رہی ہے کہ مدرسے میں آر ایس ایس کے خلاف طلبہ کی برین واشنگ کی جاتی ہے۔ کتاب کے عنوان اور نقلی نوٹوں کی برآمدگی کو آپس میں جوڑ کر دہشت گردی سے ربط ہونے کے شوشے بھی چھوڑے جا رہے ہیں۔ یہ ساری باتیں ادارے کو بدنام کرنے یا نقصان پہنچانے کی بے جا کوشش معلوم ہوتی ہیں کیوں کہ مذکورہ کتاب کسی گمنام مصنف کی نہیں بل کہ انڈین پولیس سروس کے ایک ذمہ دار افسر کی لکھی ہوئی ہے۔ ایس ایم مشرف مہاراشٹر کیڈر کے ذمہ دار اور کامیاب پولیس افسر رہے ہیں۔ انسپکٹر جنرل آف پولیس جیسے بڑے عہدے سے رٹائر ہوئے ہیں۔ اپنی خدمات پر صدر جمہوریہ جیسا سب سے بڑا ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ آندھرا پردیش کا مشہور تیلگی اسٹامپ کرپشن کیس انہوں نے ہی بے نقاب کیا تھا۔ یہ کتاب ہندی، اردو انگریزی اور مراٹھی زبان میں دستیاب ہے۔ کئی سالوں سے کھلے عام چھپ رہی ہے۔ مشہور تجارتی سائٹ ''ایمزون'' پر ابھی بھی یہ کتاب برائے فروخت موجود ہے۔ کسی ادارے یا استاذ کے پاس مذکورہ کتاب ملنے پر ہنگامہ سمجھ سے باہر ہے۔

☆ جو کتاب لگاتار مختلف زبانوں میں پبلش ہو رہی ہے، کامرشیل سائٹوں پر بک رہی ہے، وہی کتاب کسی مدرسے میں پائی جائے تو برین واشنگ کا الزام کیوں؟

☆ کیا اس کتاب پر حکومت نے پابندی لگائی ہے، یا اس کتاب کا پڑھنا غیر قانونی ہے؟

☆ اگر کتاب غیر قانونی ہے تو پہلے مصنف کتاب اور پبلشر پر قانونی کارروائی کرنا چاہیے نہ کہ پڑھنے والے پر!

ایک طرف تحقیقاتی ایجنسیاں نت نئی تھیوریاں نکال رہی ہیں تو دوسری جانب پریاگ راج اتھارٹی نے مدرسہ کا نقشہ پاس نہ ہونے کو بنیاد بناتے ہوئے ادارے کو سیل کر کے وجہ بتاؤ نوٹس جاری کیا ہے۔ ارد گرد کی غیر مسلم آبادی اور میڈیائی ٹرائل میں مسلسل مدرسے کو گرانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ جس طرح ادارے کے خلاف میڈیا ٹرائل کیا جا رہا ہے اس سے ادارے کی سلامتی کے متعلق خدشات بڑھتے جا رہے ہیں۔

کچھ تو کریں!: ''جامعہ حبیبیہ''، شہر الہ آباد کے پاش اور مہنگے علاقے میں تقریباً ڈیڑھ بیگھہ آراضی پر قائم ہے۔ جس میں چالیس کمرے، دو بڑے بڑے ہال، بیس حمام خانے، ایک مسجد اور پارکنگ بھی بنی ہوئی ہے۔ زمین کی موجودہ مالیت تقریباً سو کروڑ سے زائد ہے۔ یہاں قریب سو سے زائد بیرونی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ محض نقشہ نہ ہونے یا کسی استاذ کے غیر قانونی کام میں ملوث ہونے کے الزام پر اتنے بڑے تعلیمی ادارے کو بند کرنا یا اسے گرانا، چھوٹا یا نظر انداز کر دینے والا معاملہ نہیں ہے۔ جماعت کے اکابر علما، مشائخ اور ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ ''جامعہ حبیبیہ'' کو بچانے کے لیے مؤثر کردار ادا کریں۔ اس ضمن میں کچھ کام یہ بھی ہو سکتے ہیں:

☆ اولاً وہاں کی انتظامیہ کمیٹی سے ملاقات کی جائے۔ انہیں تسلی دے کر ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا جائے۔

☆ سنجیدہ اور ماہر افراد کو ساتھ لیکر پریس کانفرنس کی جائے تا کہ غلط افواہوں پر لگام لگ سکے۔

☆ قانونی کارروائی کے لیے اچھے وکلا کی خدمات حاصل کی جائیں اور فوری طور پر ہائی کورٹ یا ضروری سمجھیں تو سپریم کورٹ میں ممکنہ

بلڈوزا یکشن کے خلاف رٹ داخل کر کے حکم امتناعی (اسٹے) حاصل کیا جائے۔

☆ سیاسی مورچے پر اپوزیشن رہنماؤں اورارباب حکومت سے ملاقات کریں۔حقائق پیش کریں، خاطیوں کی بنا پرادارے کونقصان سے بچانے کی اپیل کریں اور جن سیاسی جماعتوں کو ہم جھولا بھر بھر کے ووٹ دیتے ہیں اوران کی دریاں اٹھاتے، بچھاتے ہیں ان پر اخلاقی دباؤ ڈالیں کہ وہ اس ادارے کے دفاع میں آگے آئیں۔

ہرگز نہ بھولیں: جامعہ حبیبیہ اس مجاہد ملت کی یادگار ہے جنہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے نہ جانے کتنے اداروں، تنظیموں اورافراد کی کفالت کی ہے۔ یہ اس عظیم ہستی کی نشانی ہے جس نے ملت کی خاطر رئیس اعظم ہوکر بھی فقیروں جیسی زندگی گزاری۔ جس نے اداروں کی بقا، تنظیموں کے تحفظ اور ملی مفاد کے لیے سالہا سال جیلوں کی قید اور تکلیفوں کو برداشت کیا۔

جس مرد قلندر نے اپنا وقت، پیسہ، جائداداور پوری زندگی مسلک و مذہب اور قوم وملت پر نچھاور کردی آج اسی مرد مجاہد کا قائم کردہ ادارہ نشانے پر ہے، خدارا اس کی حفاظت کریں! مصلحت اور صرف نظر کی کیفیت سے باہر نکلیں اورادارے کو بچانے کے لیے اپنے سیاسی، مالی، مذہبی اور سماجی رسوخ کا استعمال کریں۔ اٹھیں اس سے پہلے کہ اٹھنے کی طاقت بھی نہ رہے! اگر آج اس عظیم ہستی کی یادگار کو نہ بچایا جا سکا تو سب اپنے اپنے آشیانوں کی خیر منائیں، ایک کے بعد ایک سب کا نمبر آئے گا اور کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔ حیرت وافسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس وقت سبھی طرف سے خاموشی اور سناٹا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہا ہے۔ ہر ایک دوسرے پر کاروائی ہوتے ہوئے دیکھ کر اس بات پر سکون محسوس کر رہا ہے کہ وہ تو ابھی محفوظ ہے جبکہ۔

جلتے گھر کو دیکھنے والو، پھونس کا چھپر آپ کا ہے
آگے پیچھے تیز ہوا ہے، آگے مقدر آپ کا ہے

افسوسناک بات یہ بھی ہے کہ تادم تحریر اب تک ہماری جماعت کی ذمہ دار شخصیات اور ذمہ دار قائدین کی طرف سے کوئی ایک بھی نمائندہ وفد الہ آباد نہیں پہونچا۔ نہ کسی نے اب تک اس سلسلہ میں کوئی اقدام کیا۔ نہ اب تک وہاں کی انتظامیہ سے رابطہ کر کے کوئی خبر گیری کی۔

جماعت اہل سنت کے اتنے معروف اور اتنے عظیم ادارے کے خلاف اتنا سب کچھ ہو گیا اور ہمارا جمود وتعطل اب تک برقرار ہے۔ اب تک کوئی قانونی اوردفاعی کاروائی تک عمل میں نہ لائی جا سکی ہے۔ خدا جانے کہ اس ملک کے مذہبی اداروں کا مستقبل کیا ہوگا۔ اگر ہمارے جمود وتعطل کا یہی حال رہا تو بعید نہیں کہ یہاں کے مدارس اسلامیہ کا بھی وہی حال ہو جائے جو کبھی دشمنان اسلام نے اندلس کے مدارس اسلامیہ کا کیا تھا۔ حیرت اس بات پر بھی ہے کہ قائدین اہل سنت میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی اب تک کوئی ایسا بیان سامنے نہیں آیا کہ جس سے ''جامعہ حبیبیہ'' سے وابستہ اساتذہ و ملازمین اور اراکین و منتظمین کی حوصلہ افزائی ہوتی اور اس مشکل گھڑی میں ان کے پژمردہ حوصلوں میں جلا پیدا ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ''جامعہ حبیبیہ'' اور ہمارے سبھی مدارس ومساجد اور مقامات مقدسہ کی حفاظت فرمائے۔

☆

اظہارِ محبت رسول سے گلشن حیات عطر بیز ہے

از۔مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

عہدِ رواں میں ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی و توہین روز مرّہ کا معمول بن چکی ہے، مقتضائے وقت ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ سے مسلمانوں کو قریب کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی مستشرقین کی جانب سے توہینِ رسالت کی جاتی ہے، کبھی پادریوں اور آریوں کی طرف سے یہی حرکت ہوتی ہے، تو کبھی فن اور آرٹ کے نام پر کارٹونسٹ تشدد بھرا اعلان دیتے ہیں۔ کبھی آزادیِ اظہار کے نام پر جرأت کی جاتی ہے۔ کیا آزادی اِسی کا نام ہے کہ جھوٹی باتیں روشن سیرتوں سے منسوب کی جائیں؟ غلط بیانی، منوّر ذات سے متعلق گڑھی جائے؟

کچھ یہی معاملہ برصغیر کا ہے جہاں شاتم و گستاخِ رسول کو بھرپور آزادی ہے۔ آریاؤں کے فتنے، پنڈتوں کے منفی ری مارک، سیاسی بازی گروں کی جسارت، ہند میں فرقہ پرست عناصر کے ذریعے شاتمانہ بیان بازی، دوسری سمت ایک مملکت میں تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے وضع قانون سے مسلسل انحراف، یہ سب ایسے پہلو ہیں کہ اگر ہم نے اپنی نسلوں کے اندر محبت رسول ﷺ کا جذبہ راسخ نہیں کیا تو کل اِس سے زیادہ ناگفتہ بہ حالات کا خدشہ ہے اور ایمان کی بربادی کا اندیشہ بھی۔

سیرت سے متعلق ذمہ داری: سیرتِ طیبہ سے نسبت و تعلق کے تقاضوں کی بجا آوری میں کمی بھاری غلطی ہے، جس کا خمیازہ نسلوں کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ موجودہ نظامِ تعلیم میں بھی دین سے دوری کا بہت کچھ مواد شامل ہے۔ دہریت، لاادریت اور آزادروی کی لہر نے دین بیزار فکر رواج دی ہے۔ ایسے میں گھروں کے اندر دینی ماحول کی پرورش، بچوں کی دینی تربیت، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا لازمی مطالعہ، سیرت سے متعلق مستند لٹریچرز کا انتخاب، عظمتِ رسالت کے پہلوؤں کا خصوصی مطالعہ کرنا اور کرانا ازحد ضروری ہے تاکہ دل میں محبت و تعظیم رسول ﷺ کا نقش جمے، یوں ہی ایسے معمولات بھی رواج دیے جائیں جن کی بنیاد پر رسول کریم ﷺ سے تعلق میں پختگی آئے۔ تاکہ نسبتوں کی بہاریں خزاں کے جھونکوں سے متاثر نہ ہوسکیں۔

جذبات کی سمت: قوم بڑی جذباتی ہے۔ کبھی شورش کے وقت بیدار ہوکر مناسب کبھی غیر مناسب اقدام کرتی ہے۔ پھر خوابِ غفلت میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ ایسے حالات میں عقل اور عشقِ رسول میں باہم ربط ضروری ہے۔ مثال سامنے ہے۔ گستاخوں کے خلافِ اسلام بیانات، سیرت مخالف ری مارکس اور گستاخی بھرے بیانات سے متعلق وقتی احتجاج درج کروائے گئے۔ نہ ہی ہم نے کوئی ٹھوس اقدام کیا، نہ ہی قانونی معاملات میں سنجیدہ پیش رفت کی، اس بابت کمیاں یہ رہیں:

۱۔ قانونی معاملات سے پہلوتہی اِس لیے ہوئی کہ وہ صبر آزما مرحلہ ہے، ہم سے مستقل پیش رفت نہیں ہوتی۔

۲۔ بلکہ شاتمین کی توہین پر ملک کے درجنوں مقامات پر درج ایف آئی آر سے متعلق بے اعتنائی رہی۔اس درمیان شاتمین عالمی صہیونی طاقتوں کے زیر اثر اپنے لیے ماحول سازی میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔بعد کو معاملہ تعطل کا شکار رہتا ہے۔

۳۔جدوجہد بھی صبح تا شام۔حالانکہ اگر ان میں صبر، دوام، استقرار ہوتا، اسلاف کی طرح ہم مستقل و منظّم و پُرامن جدوجہد جاری رکھتے تو شاید اقتدار جھکنے پر مجبور ہوتا، لیکن لمحاتی کوشش کا اختتام جھوٹے اعلانات پر ہوتا ہے، تسلی و تشفی کے دو بول پر قوم پھسل جاتی ہے۔ دوسری سمت ایسا بھی ہوا کہ جمہوری و پُر امن جدوجہد کو آمریت سے کچل دیا گیا اور درجنوں افراد زندانوں کی تاریک وادیوں میں ڈھکیل دیے گئے۔

میلادِ مصطفیٰ، اعادۂ عہد کا لمحہ: الحمدللہ! ہمیں پھر اللہ رب العزت کی طرف سے اس کے پیارے محبوب ﷺ کا یومِ ولادت منانے کا سنہرا موقع عطا فرمایا۔ وہ مقدس دن جسے ہم ''یومِ انسانیت'' اور ''عیدوں کی عید'' سے تعبیر کرتے ہیں، جس دن ساری انسانیت کو آزادی ملی اور جو کفر و شرک کی موت کا دن ہے اسی عظیم دن کو ہم ''یوم میلادِ مصطفیٰ'' کہتے ہیں۔اسی دن جتنے باطل مذاہب و ازم تھے سبھی پر اوس پڑ گئی۔اعلیٰ حضرت پیارا مضمون رقم فرما گئے ؎

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ہاں! یوم میلاد النبی ﷺ پر عہد کیجیے:

☆اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کا۔

☆اسلامی تعلیمات پر عمل آوری کا۔

☆اپنے دین کی حفاظت کے لیے قربانی و ایثار کا۔

اس دن ان ذمہ داریوں کا بھی احساس کیجیے کہ:

۱۔ باطل قوتوں کے مقابل اسلام کی روایت و شعار کی بقا کے لیے ہم نا قابلِ تسخیر قوت بن کر اُبھریں گے۔

۲۔ اپنی زندگی کو احکام خداوندی کے مطابق اور رسول کریم ﷺ کے طریقوں پر گزاریں گے۔

۳۔ گستاخانِ بارگاہِ رسالت کے عزائم کے مقابل محبت رسول ﷺ کی عظیم قوت سے جہاں میں اُجالا برپا کریں گے۔

۴۔ غلامیِ رسول میں ہر دُکھ گوارا کریں گے، لیکن ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی کا معاملہ قطعی برداشت نہیں کریں گے۔(یعنی قانونی اقدامات سے گستاخوں کی گرفت کریں گے)۔

۵۔ رسول پاک ﷺ کے طریقوں پر زندگی گزاریں گے تا کہ تمام خلافِ اسلام راہوں کی عملی مذمت ہو۔

۶۔ شریعت پر عمل کریں گے تا کہ شریعت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف قوانین دَم توڑ جائیں۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک اخلاق کی سمت گامزن ہوں گے تا کہ مخالفینِ بارگاہِ رسالت کے غیر اخلاقی مشن کو سبوتاژ کر سکیں۔

۸۔ تعظیم مصطفیٰ ﷺ والے معاملات کو فروغ دیں، کہ دُشمنانِ اسلام کی سازش تعظیم نبی سے مسلمانوں کو دور کرنا ہے مثلاً:

☆ جب نام محبوب ﷺ آئے تو مکمل بیدار ہو کر ادب کی پوزیشن سنبھال لیں۔

☆ باوضو نامِ اقدس لیں، جہاں تعظیم نبی ﷺ میں قیام ہو وہاں بھی ادب کو فوقیت دیں۔

☆ والہانہ نغماتِ سلام کا احترام کریں۔ جیسے ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے دُنیا دار بھی جب ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھا جاتا ہے تو حالتِ ادب میں آجاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے سلام و نعت کو اردو طبقے میں ضرور عام کریں تاکہ رسول پاک ﷺ کی نعتوں سے بزمِ ایماں میں خوشبو پھیل جائے اور وجودِ مومن مہک اُٹھے۔

۹۔ معاشرے میں غریبوں کی دل جوئی کی جائے تاکہ میلادالنبی ﷺ کی بہاروں میں غریب بھی سنّت نبوی ﷺ کے تصدق، خصوصی برکات سے محروم نہ رہیں اور انہیں یہ احساس رہے کہ میلادالنبی ﷺ کی ساعتوں میں ہماری بھی دادرَسی ہوتی ہے۔

۱۰۔ بے روزگاروں کو برسرِ روزگار بنایا جائے۔

۱۱۔ قوم کی یتیم بچیوں کے مسائل کا تصفیہ کیا جائے۔ تاکہ ان کی عقیدتوں کا قبلہ کوئی منحرف نہ کر سکے اور یتیموں کے ماوا و ملجا کے احسانات انہیں ایمان کی تازگی پہنچائیں۔

۱۲۔ بیماروں کی مزاج پُرسی کریں۔

۱۳۔ صاحبِ مال علاج کے مصارف برداشت کریں۔

۱۴۔ میلادالنبی ﷺ کی ساعتوں میں مریضوں کی عیادت کریں تاکہ مقدس دن کی دل جوئی انہیں بارگاہِ رسالت ﷺ کے احسانات کی یاد دہانی کے لیے مہمیز دے۔

۱۵۔ بارہویں شریف کے مہینے میں خوب صدقہ وخیرات کریں۔

۱۶۔ ہر سال عید میلادالنبی کے موقع پر یہ عہد کریں کہ ہمیں پورے سال آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں غریبوں، لاچاروں، یتیموں اور حاجت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔

۱۷۔ ہر عید میلادالنبی پر یہ بھی عہد کریں کہ ہمیں پورے سال اتنی غریب ویتیم بچیوں کی شادی کرانا ہے۔

۱۸۔ ہر عید میلادالنبی کی خوشی کے موقع پر یہ بھی عزم کریں کہ ہمیں پورے سال اتنے نوجوانوں کو برسرروزگار کرنا ہے۔

۱۹۔ ہر سال بارہویں شریف کے موقع پر یہ بھی ارادہ کریں کہ ہمیں پورے سال اتنے غریب بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ہے۔

۲۰۔ عید میلاد کے پُرمسرت ماحول میں یہ بھی حوصلہ پیدا کریں کہ ہمیں پورے سال اپنے آقا کی محبت میں اتنے غریبوں اور حاجتمندوں کے مہنگے علاج اور آپریشن کی ضرورت رکھنے والوں کے آپریشن کرانا ہیں۔

عید میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر خوشیاں منانا اور دھومیں مچانا بلا شبہ محبت رسول کا ایک دل کش ذریعہ ہے اور اس مبارک موقع پر آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مقدس و باعظمت گوشوں کی روشنیوں سے اپنے وجود کو روشن ومنور کرنا ایک عظیم وفاداری کا ثبوت واظہار یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مفید وصالح اُمور کی انجام دہی کی توفیق دے۔ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے فکرِ مغرب واسیرانِ ہوا وہوس کے مقابل دین پر استقامت دے۔ ہمیں چاہیے کہ فتنۂ ارتداد کے مقابل مذہبی ذمہ داریوں کا احساس کریں تاکہ ارتداد کی لہریں دَم توڑ جائیں اور اسلام کا حقیقی حسن عملی زندگی سے ظہور پذیر ہو۔ اس جانب بیداری رہی تو فکرِ خام کی مدھم کرنیں نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکیں گی اور سرمۂ حبِ رسول ﷺ نگاہوں کو نور نور بنادے گا۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

ذاتِ غوثِ اعظم۔ شریعت وطریقت کا ایک حسین سنگم

از۔ حافظ افتخار احمد قادری، کریم گنج، پورن پور

اولیائے کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی زندگیاں مثالی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے تقویٰ، صالحیت، پاسداری سنت اور تزکیہ قلوب کے سبب اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ انوار الٰہیہ کے مظہر نظر آتے ہیں۔ اپنی اصلاح باطن کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کا واحد مقصد اور مشن دوسرے لوگوں کا تزکیہ قلوب ہوتا ہے جو بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ ان اولیاء کا دلوں پر قبضہ ہوتا ہے۔ یہ تلواروں سے نہیں بلکہ نگاہوں کی قوت سے دلوں کو فتح کرتے ہیں۔ ان کی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے وقف ہوتی ہیں۔ اس لئے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین مصطفوی ﷺ کی خاطر جس طرف جاتے ہیں نصرت الٰہی اور تائیدِ ایزدی ہر گام پر ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ فقر غیور ان کا شعار زندگی اور صدق وخلوص ان کا سرمایہ ہوتا ہے۔ محبت خدا ان کا اعزاز اور اطاعتِ رسول ﷺ ان کا افتخار ہوتی ہے۔ یہ اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے جیتے ہیں اور خدمت خلق کو اپنا منصب سمجھ کر عالم انسانیت کو فلاح دارین کی منزل کی جانب گامزن کرنے کیلئے مصروف عمل رہتے ہیں۔ یہ نفوسِ قدسیہ روحانیت کے علمبردار اور تصوف کی عظمتوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ان کا مقصدِ اولیٰ ہی یہی ہے کہ فرزندانِ اسلام کو محض گفتار کا غازی نہ بنایا جائے بلکہ شریعتِ رسول ﷺ کے عملی تقاضوں سے آشنا کیا جائے۔

فصاحت و بلاغت: فصاحت و بلاغت، قادر الکلامی یعنی قدرت بیان ان کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے خصوصی انعامات ہوتے ہیں۔ بلاشبہ اپنے دل کی بات (مافی الضمیر) کا اظہار کرنے پر قادر ہونا ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قیادت اور فصاحت کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ اکثر بڑے آدمی شعلہ نوا خطیب اور قادر الکلام مقرر گزرے جو اپنے پرزور دلائل اور تقریر دلپذیر سے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں اور خود ان کی قیادت سنبھال لیتے ہیں۔ علمائے کرام نے فصاحت و بلاغت کو علم کی روشنی پھیلانے کے لیے استعمال کیا۔ پیغمبروں کا تو منصب ہی اللہ رب العزت کی ہدایات کو خوش اسلوبی سے انسانوں تک پہنچانا ہے۔ اس لئے قدرت بیان کا وافر حصہ انہیں عطا ہوا۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیبِ پاک ﷺ پر تمام نعمتوں کا کمال واختتام فرما دیا اور رسولِ پاک ﷺ کو جوامع الکلم کی خوبی عطا فرمائی۔ آپ کو تمام عربوں سے بھی زیادہ فصیح اللسان (افصح العرب) بنا دیا۔ آپ ﷺ کا کلام ہمیشہ بے ساختہ، سادہ اور انتہائی جامع، مدلل و مؤثر ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کا اندازِ خطابت اتنا منفرد، متوازن اور پرتاثیر ہوتا تھا کہ وہ ہر زمانے کے خطیبوں اور مقررین کے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہے گا۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: (ترجمہ)

''اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ جو بات کہیں خوش کلامی کے ساتھ ہو۔''

(اسراء:۵۳)

(ترجمہ)''اور ہم نے (داؤد کو) دانشمندی اور قادر الکلامی وفصاحت سے سرفراز کیا۔''

(اسراء:۳۰)

(ترجمہ)''اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر جو اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تا کہ انہیں (احکام خدا) کھول کھول کر بتا دے۔ پھر خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

(ابراہیم:۴)

(ترجمہ)''قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

(المزمل:۴)

(ترجمہ)''اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق (فصاحت وبلاغت) سے ان سے مناظرہ کرو اور جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے خوب جانتا ہے اور جو (سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں (وہ) ان سے بھی خوب واقف ہے۔''

(النحل:۱۲۵)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دو مرد کی وجاہت اس کی زبان کی فصاحت ہوتی ہے۔ خوش کلامی جنت کی اور بدکلامی دوزخ کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جامع کلمات (قادر الکلامی، فصاحت وبلاغت اور قدرت بیان) عطا کئے ہیں۔ لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کیا کرو۔ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(اسلامی اخلاق وآداب)

ایک مرتبہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حالت خواب میں رسولِ پاک ﷺ کی زیارت ہوئی تو پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اے عبد القادر! تم لوگوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے وعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتے۔''

انہوں نے عرض کیا!''یا رسول اللہ ﷺ میں ایک عجمی ہوں، عرب کے فصحاء کے سامنے کیسے بولوں۔''

رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

''اپنا منہ کھولو۔''

انہوں نے فوراً تعمیل کی تو رسول پاک ﷺ نے سات بار اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور ارشاد فرمایا:

''جاؤ! اپنی قوم کو وعظ ونصیحت کرو اور ان کو اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ۔''

خواب سے بیدار ہو کر آپ نے نماز ظہر پڑھی اور فرمان رسول ﷺ کی تعمیل میں بیٹھ گئے۔ آپ کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اتنا بڑا ہجوم دیکھ کر آپ کچھ جھجکے۔ اچانک آپ پر کشف کی حالت طاری ہوگئی۔ دیکھا کہ حضرت علی سامنے کھڑے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ وعظ شروع کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا:''بابا جان! میں گھبرا گیا ہوں۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''اپنا منہ کھولو۔'' انہوں نے اپنا منہ کھولا تو حضرت علی نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا۔ انہوں نے عرض کی آپ نے سات بار اپنے لعاب دہن سے مجھے کیوں نہیں نوازا۔ شیر خدا نے فرمایا یہ رسول پاک ﷺ کا پاس اور ادب ہے۔ یہ کہہ کر حضرت علی نے غائب ہوگئے اور آپ نے وعظ کا آغاز کر دیا پھر سارا زمانہ آپ کی

فصاحت و بلاغت کا مداح بن گیا۔

(غنیۃ الطالبین)

ابتداء میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے وعظ و ہدایت کا سلسلہ اپنے استاد محترم کے مدرسے میں شروع کیا۔ سارے بغداد اور گردونواح کے لوگ آپ کی تقریر سننے کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے اور آپ کی خطابت کی دھوم سارے عراق، شام اور عرب و عجم میں پھیل گئی۔ ہجوم کی وجہ سے مدرسے میں تل دھرنے کو جگہ نہ بچتی اور لوگ مدرسے کے باہر شارع عام پر بیٹھ جاتے۔ لہٰذا ارد گرد کے مکانات مدرسے میں شامل کر دیئے گئے۔ جب یہ عمارت بھی لوگوں کے بے پناہ ہجوم کے لیے ناکافی ہوگئی تو آپ کے جلسہ گاہ کو شہر سے باہر عید گاہ میں منتقل کر دیا گیا جس میں حاضرین کی تعداد اکثر اوقات ستر ہزار سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ آپ ہفتے میں تین بار وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ہر خطاب کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوتا تھا اور چار سو افراد آپ کے خطبات قلمبند کرتے تھے اور فیض عام کا یہ سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا۔ آپ کی آواز نہایت گرجدار تھی جو دور و نزدیک بیٹھے ہر شخص تک یکساں پہنچتی تھی۔ رعب کا یہ عالم تھا کہ دورانِ خطاب کیا مجال کہ کوئی ذرا سی بات یا حرکت بھی کرے۔ وعظ میں بے حد روانی ہوتی تھی۔ بڑے بڑے نامور بزرگ آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کے کلام میں بے پناہ تاثیر تھی اس کے ساتھ ہی شوکت و عظمت اور دلآویزی اور حلاوت بھی تھی۔ آپ عارف کامل تھے اس لئے آپ کا ہر وعظ سامعین کے حالات اور ضروریات کے مطابق ہوتا تھا جن میں لوگ پوچھے بغیر اپنے سوالات کے جوابات پاتے تو ان کو روحانی سکون حاصل ہوتا تھا۔ آپ کے خطبات میں حکمت و تدبر کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہوتا تھا۔ جس کے جذبے سے بعض لوگ جوش میں آکر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے۔ کئی مرتبہ لوگ فرط بے خودی سے بے ہوش ہو جاتے۔ کئی دفعہ ایک دو سامعین غشی کی حالت میں واصل بحق ہو گئے۔ اکثر حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بہت سے غیر مسلم بھی آپ کا وعظ سننے کے لیے آتے تھے جو بھی آتا وہ اسلام قبول کئے بغیر نہ رہتا۔ دنیا دار اور بھٹکے ہوئے مسلمان آتے تو صراط مستقیم اختیار کر لیتے۔

شیخ ابوالحسن سعد الخیر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور سب کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ کا موضوع زہد تھا۔ میرے دل نے چاہا کہ آپ معرفت کے مضمون کو بیان کریں۔ آپ نے زہد چھوڑ کر معرفت کو موضوع سخن بنالیا پھر میں نے کہنا چاہا کہ آپ شوق کے بارے میں بیان فرمائیں تو آپ نے اس موضوع پر تقریر شروع کر دی۔ پھر میرے دل نے فنا و بقاء کے مسئلے کی وضاحت چاہی تو آپ نے اس مسئلے پر کلام شروع کر دیا۔ غرض یہ کہ جو کچھ میرے دل میں سوال پیدا ہوا میرے بغیر اظہارِ تمنا کئے آپ نے اس موضوع پر مفصل تقریر فرمادی اور پھر آخر میں بلند آواز سے فرمایا:

''ابوالحسن تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔''

میں فرط حیرت سے دم بخود رہ گیا اور بے خودی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

آپ کے خطبات کے الفاظ آج بھی دلوں کو گرما دیتے ہیں اور ان میں بے مثال تازگی اور زندگی محسوس ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ اس فصاحت رسول ﷺ کا اعجاز ہے جو خواب میں آپ کو گھٹی میں دی گئی تھی۔

نسل انسانی کی تعلیم وتربیت تمام انبیائے کرام کا فرض منصبی تھا۔ رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے نزول کا آغاز ہی:

(ترجمہ)''پڑھ! اپنے رب کے نام کے ساتھ''

کے الفاظ سے فرمایا۔ گویا دین وفطرت کی ابتدا ہی علم وتعلیم سے ہوئی۔ علم کی اسی اولین اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر معلم انسانیت نے تعلیم وتدریس دین اور اخلاقی تربیت کی روشن ترین مثالیں پیش کیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا انداز تعلیم بہت دلپذیر اور دل نشین ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی ہر بات مختصر، پر معنی، جامع اور واضح ہوتی تھی۔ آپ ﷺ بڑے نرم لہجے اور شفقت کے ساتھ نہایت آسان الفاظ میں دین سکھاتے تھے اور زیادہ اہم باتوں کو ذہن نشین کرانے کی خاطر دہراتے بھی تھے۔ صداقت ہمیشہ آپ ﷺ کے کلام کی روح ہوتی تھی۔ بلاشبہ معلم اخلاق اور معلم انسانیت کا منصب آپ ﷺ ہی کو زیب دیتا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

(ترجمہ)''پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے، جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔''

(العلق: ۱ تا ۵)

(ترجمہ)''جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (اور) نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں۔''

(الزمر: ۹)

(ترجمہ)''اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔''

(النحل)

(ترجمہ)''اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما دے۔ اللہ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بڑھاتا ہے۔''

(المجادلہ)

(ترجمہ)''رحمٰن نے اسے قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

(الرحمان: ۴)

رسولِ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔

(ابن ماجہ)

جب اپنے بچے کو بولنا سکھاؤ تو سب سے پہلے اسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی اس کلمے کی تلقین کرو۔

باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلے وہ جب تک گھر نہ لوٹے اچھی تعلیم و تربیت ہے۔

(مشکوٰۃ)

اللہ کے راستے میں ہے۔

(ترمذی)

جس علم سے نفع نہ پہنچے وہ اس خزانے کی مانند ہے جسے راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے۔

علم وحکمت کی بات مومن کی گمشدہ پونجی ہے۔ جہاں کہیں پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین عمل ایسے

ہیں جن کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔صدقہ جاریہ۔علم نافع جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی ہو۔
(عن ابی ہریرہ۔مسلم)

تربیت و تدریس: آپ کو درس و تدریس اور تعلیم و تربیت سے گہری دلچسپی تھی۔سیدنا غوث اعظم کا معمول تھا کہ نماز صبح سے فارغ ہو کر آپ مدر سے تشریف لے جاتے اور طلبہ و خدام اور دوسرے لوگوں کو شریعت وطریقت کی تعلیم دیتے۔قرآن وحدیث،فقہ اور دیگر درسی کتابوں کا درس دیتے۔روزانہ ایک سبق تفسیر،ظہر کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تجوید کی تعلیم دی جاتی اور شام کو پھر صبح کی طرح کا درس ہوتا۔اس کے ساتھ ساتھ فتویٰ بھی جاری فرماتے رہتے۔ہفتہ میں عام طور پر تین مرتبہ مجلس وعظ منعقد ہوتیں۔جن میں لوگ اتنے ذوق وشوق سے شریک ہونے لگے کہ ہجوم کے باعث شہر سے باہر عید گاہ میں آپ کا منبر رکھا جانے لگا۔

۵۲۸ ہجری میں آپ نے با قاعدہ درس و تدریس کا آغاز کیا تو دور دراز سے لوگ آپ سے علوم شریعت وطریقت کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے۔آپ پوری توجہ سے انہیں تعلیم دینے لگے۔ چند ہی سالوں کے اندر آپ کے شاگرد اور عقیدت مند تمام عراق،عرب،شام اور دوسرے ممالک میں پھیل گئے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم شریعت اور علم طریقت کی ایسی بے مثال نہریں جاری فرمائیں کہ جنہوں نے شریعت وطریقت کے ہر گلستاں کی اس طرح آبیاری فرمائی کہ ان گلستانوں سے آج عالم اسلام کا ہر خطہ مہک بھی رہا ہے اور لہلہا بھی رہا ہے۔آپ کے علوم شریعت اور عرفان طریقت کے ابر کرم کا جھالا شریعت وطریقت کے ہر دبستاں پر خوب خوب برسا اور آج بھی برس رہا ہے۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں ؎

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

آج پورے عالم اسلام میں سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والے لوگ موجود ہیں جو گیارہویں شریف کے مہینے میں بڑے پیمانے پر غوث اعظم کی یاد میں محفلیں سجاتے ہیں۔ہمیں غوث اعظم کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے کی ضرورت ہے۔سرکار غوث اعظم نے شریعت وطریقت کی جو محفلیں سجائیں،ان کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی شریعت وطریقت کی محفلیں ادب واحترام کے ساتھ سجانا چاہیئے اور ان محفلوں سے درس و نصیحت حاصل کر کے اپنی زندگیوں میں دینی،مذہبی،مسلکی اور روحانی انقلاب پیدا کرنا چاہیئے۔

سنی کی تعریف

سنی وہ ہے جو ''ما انا علیہ واصحابی'' کا مصداق ہو۔یہ وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین،ائمۂ دین،مسلم مشائخ طریقت اور متاخر علمائے کرام میں سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی،ملک العلماء حضرت بحر العلوم فرنگی محلی،حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی،حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی،حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری اور حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی کے مسلک پر ہوں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم۔(ص ۹۔الفقیہ امرتسر،۲۱/اگست ۱۹۴۵ء)

اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت۔احترام سادات کے قولی وعملی استعارے

از۔مفتی سید محمد ریحان معظمی، خانقاہ معظمیہ جنیہٹہ شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ (ولادت ۱۲۷۲ھ،وصال ۱۳۴۰ھ) بیسویں صدی کی اس عظیم شخصیت کا نام ہے، جس نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف کردی اور اپنی زندگی کو سنت رسول کی پیروی میں بسر کیا۔آپ نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کیا۔اپنے علم وعمل اور اخلاق وکردار سے معاشرے میں پھیلی برائیوں کو ختم کیا اور امت مسلمہ کی ہر موڑ پر رہنمائی کی۔

آپ اپنے دور کے فقیہ اعظم تھے،علوم وفنون کے سمندر تھے،تمام علوم مروجہ پر آپ کو دسترس حاصل تھی،ساتھ ہی آپ ایک سچے عاشق رسول تھے،بلکہ یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ اعلیٰ حضرت عشق رسالت کا پیکر جمیل تھے۔آپ کے علمی سرمائے سے عشق رسالت مترشح تھا۔آپ نے عشق رسول میں جینا مرنا سکھایا۔سرکار دوعالم ﷺ کی آل کا ادب سکھایا۔خود بھی ادب واحترام کا خوب خیال کیا۔یہ احترام کیوں تھا؟ کیوں کہ آپ کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل عشق رسالت مآب ﷺ سے سرشار تھا۔آپ کی زندگی عشق مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ دار تھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے قول وعمل سے محبت رسول کا ثبوت دیا۔محبتِ رسول ہو اور محبتِ آل نہ ہو تو محبت کامل نہیں ہوتی۔ جب سرکار دوعالم ﷺ سے سچی محبت ہوگی،تو سرکار کی آل سے بھی ہوگی۔اس محبت کا ثبوت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے کردار ومعاملات سے دیا۔آپ کو سادات کرام سے جو محبت والفت تھی اسے دیکھنے والوں نے دیکھا،سننے والوں نے سنا اور عمل کرنے والوں نے عمل بھی کیا۔

آل نبی کی تعظیم وتوقیر اور احترام سادات کے تعلق سے تلمیذِ اعلیٰ حضرت،ملک العلما حضرت علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''سادات کرام جز ورسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحقِ توقیر وتعظیم ہیں اور اس پر پورا عمل کرنے والا ہم نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا۔اس لیے کہ وہ کسی سید صاحب کو ان کی ذاتی حیثیت ولیاقت سے نہیں دیکھتے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکار دوعالم ﷺ کا جزو ہیں۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج۱،۲۲۳)

اعلیٰ حضرت کا خاندان سادات کی تعظیم وتوقیر کرنے کے لیے مدت سے مشہور ہے۔اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا مولانا رضا علی خاں روزانہ نماز فجر پڑھ کر سادات کرام نو محلّہ کی خیریت معلوم کرنے اور سلام عرض کرنے جایا کرتے تھے۔ان کے اس معمول میں کسی مجبوری ہی سے فرق پڑتا تھا۔یہ خاندان نجیب الطرفین سادات کرام کا بااخلاق خاندان تھا۔ان کے اخلاق کریمہ یہ کہوا لیتے تھے کہ ان کی رگوں میں خونِ سرکارِ رسالت ہے اور سارا خاندان حسین وجمیل،خوبصورت اور

خوب سیرت تھا۔ مولانا رضا علی خاں صاحب کے بعد مولانا نقی علی خاں بھی اسی خاندان سے وابستہ رہے۔ ہر تقریب میں ہر دعوت میں وہ اپنے یہاں سادات کرام کو ضرور شریک کرتے تھے اور ان کا اعزازی حصہ سب سے دوگنا ہوتا تھا۔

اعلیٰ حضرت کی ناگواری کا واقعہ: اعلیٰ حضرت اگر کبھی ناخوش ہوئے تو کھانا یا حقہ یا پان چھوڑ دیتے تھے جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی تھی، کبھی یہ مجاہدہ ہو ہی جاتا تھا۔ پہلے تو خاندان والے اور احباب اس غصے کے فرو کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر وہ اس مجاہدے کو نہ ختم کرا پاتے تو سید صاحبان سے عرض کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کو سید صاحب کے حکم کی تعمیل کرنا پڑتی تھی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے ایک بار کھانا چھوڑا اور صرف ناشتے پر قناعت کی۔ اس میں بھی کوئی اضافہ منظور نہ فرمایا۔ سارے خاندان اور ان کے احباب کی کوشش رائگاں گئی۔ سید مقبول صاحب کی خدمت میں نومحلّہ حاضر ہوئے، عرض کیا: آج دو مہینے ہونے کو آئے کہ اعلیٰ حضرت نے کھانا چھوڑ دیا ہے، ہم سب کوشش کر کے تھک گئے ہیں، آپ ہی انہیں مجبور کر سکتے ہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہماری زندگی میں انہیں یہ ہمت ہوگئی ہے کہ وہ کھانا چھوڑ بیٹھے ہیں، ابھی کھانا تیار کراتا ہوں اور لے کر آتا ہوں، حسب وعدہ سید مقبول صاحب ایک نعمت خانہ میں کھانا لے کر خود تشریف لائے، اعلیٰ حضرت قبلہ زنانے مکان میں تھے۔ سید صاحب کی اطلاع پاتے ہی باہر آ گئے۔ سید صاحب سے قدم بوس ہوئے۔ اب بات چیت شروع ہوئی۔ سید صاحب نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا کہ میں تو روز کھاتا ہوں۔ سید صاحب نے فرمایا مجھے معلوم ہے جیسا آپ کھاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا کہ حضور میرے معاملات میں اب تک کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ میں اپنا سب کام بدستور کر رہا ہوں، مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی تو سید صاحب قبلہ برہم ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے: اچھا! تو میں کھانا لیے جاتا ہوں، کل میدان قیامت میں سرکار دوجہاں کا دامن پکڑ کر عرض کروں گا کہ ایک سیدانی نے بڑے شوق سے کھانا پکایا اور سید لے کر آیا مگر آپ کے احمد رضا خاں نے کسی طرح نہ کھایا۔ اس پر اعلیٰ حضرت کانپ گئے، عرض کیا کہ میں تعمیلِ حکم کے لیے حاضر ہوں۔ ابھی کھائے لیتا ہوں۔ سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اب تو یہ کھانا تم جب ہی کھا سکتے ہو جب یہ وعدہ کرو کہ اب عمر بھر کھانا نہ چھوڑو گے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے عمر بھر کھانا نہ چھوڑنے کا وعدہ کیا تو سید صاحب قبلہ نے اپنے سامنے انہیں کھلایا اور خوش خوش تشریف لے گئے۔

اعلیٰ حضرت کے لیے سادات کرام کا جائز حکم آخری ہوتا تھا۔ سادات کرام کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کو سوائے تعمیلِ حکم کے کوئی چارۂ کار ہی نہ ہوتا تھا۔ ہم نے ان کے والد ماجد کا دور تو نہ دیکھا مگر یہ دیکھا کہ اللہ اور رسول کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کے یہاں سادات کرام ہی کا حکم نافذ ہو سکتا تھا۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سرکار دو عالم کی آخری وصیت ''انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتی''۔ (ترجمہ) میں تم میں دو بھاری امانتیں چھوڑتا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد۔ اس پر پورا پورا عمل کر کے اس دور میں اعلیٰ حضرت قبلہ ہی نے دکھایا۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۹۵، ۹۷)

جناب سید ایوب علی بیان کرتے ہیں ''فقیر اور برادرم سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقع عید الفطر بعدِ نماز دست بوسی کے لیے عوام نے ہجوم کیا۔ مگر جس وقت قناعت علی دست بوس ہوئے، حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ چوم لیے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان خاص سے تذکرہ کیا، تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دوران مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت ان کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں۔ غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۲۲۴)

ملک العلما لکھتے ہیں: ''جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت جس میں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا، عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں، جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے، قیام فرما تھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا، اسی طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا، مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں، اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا، پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان (ابھی بھی) مردانہ ہے، بے تکلف اندر چلے گئے۔ جب آدھے آنگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں، انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر اِدھر اُدھر پردہ میں ہو گئیں، ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے، مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور جناب سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو، پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں۔ آپ آقا اور آقا زادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے۔ میں خود سمجھتا ہوں۔ حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں، غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوایا، ان کو کھلایا، جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی، ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ وہ دست بوس ہو کر رخصت ہوئے۔ عجب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور ''رحم اللہ خاں'' خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے، کوئی شخص باہر کمرہ پر نہ تھا جو سید صاحب کو مکان کے زنانہ ہو جانے کی خبر دیتا، جناب سید صاحب نے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان فرمایا اور مذاق سے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے مگر ہمارے پٹھان نے وہ عزت و قدر کی کہ دل خوش ہو گیا۔ واقعی حب رسول ہو تو ایسا ہو''۔

(حیات اعلیٰ حضرت ا، ص ۲۳۱، ۲۳۳)

ہند و بیرون ہند میں بہت سی خانقاہیں ہیں کہ جن کا تعلق خاندان اعلیٰ حضرت سے ان کے والد گرامی وقار علامہ نقی علی خاں رحمہ اللہ کے زمانے سے آج تک قائم ہے۔ ان ہی میں سے ایک عظیم خانقاہ جو ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع سنبھل کے تاریخی گاؤں (جن ہٹا) جنیٹہ شریف میں واقع ہے جس کو عوام وخواص ''خانقاہ معظمیہ'' کے نام سے جانتے ہیں راقم بھی اسی خانوادہ کا ایک فرد ہے۔ رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں رحمہ اللہ سے لیکر آج تک اسی جزوِ رسول ہونے کی حیثیت سے تعلق قائم ہے۔ میرے دادا محترم فخر السادات سرکار سید جعفر میاں رحمہ اللہ جب اپنے والد گرامی وقار گل گلزار سیادت عارف باللہ سرکار سید بہادر شاہ رحمہ اللہ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے بریلی شریف کے لئے عازم سفر ہوئے اور جب بارگاہ حضور مفتی اعظم میں حاضر ہوئے تو تمام حاضرین کی طرح آپ بھی نیچے بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ہوئے لمحہ بھی نا ہوا کہ حضور مفتی اعظم نے فورا فرمایا سید صاحب آپ کی جگہ وہاں نہیں یہاں ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے سرھانے بیٹھا لیا۔ علی محمد (ملاجی جنیٹہ شریف ہی کے رہنے والے ہیں) جو سفر کے ساتھی تھے کہتے ہیں میں گیا تو کسی اور ارادے سے تھا لیکن جب آپ کی یہ کرامت دیکھی تو میں حضور مفتی اعظم کا طالب ومرید ہو گیا۔ اس کے بعد جب لوگوں کا رش کم ہوا تو دادا جان نے عرض مدعا رکھی کہ حضور میں چاہتا ہوں اور میرے والد گرامی وقار کی وصیت بھی تھی کہ آپ مجھے اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرمالیں۔ اتنا سننا تھا کہ عشق آل رسول جوش میں آیا اور فرمایا کہ سید صاحب کیسی باتیں کرتے ہیں، میں بھلا اس لائق کہاں کہ سید آقا زادوں کو اپنا مرید کروں اور یہ بات کئی بار دھراتے رہے مگر ادھر بھی عشق ہے کہ ماننے میں عشق کی توہین ہے۔ بالآخر پیہم اصرار کے بعد آپ نے ایک تجویز رکھی کہ سید صاحب میں آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہوں اور آپ میرے ہاتھ میں ہاتھ دے دیجئے۔ اس کے بعد حضور مفتی اعظم نے اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

سادات کرام کے بچوں کے ساتھ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کا حسن سلوک کیسا تھا اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ میرے دادا جان نے ایک مرتبہ گیارہویں شریف کے موقع پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفکر قوم و ملت علامہ ریحان رضا خاں المعروف رحمانی میاں (والد گرامی وقار پیر طریقت حضرت علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں، زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ) کو اپنے گھر مدعو کیا اور حضور تشریف بھی لائے۔ اس موقع پر آپ نے سیرت غوث اعظم پر وہ جاذب قلب تقریر فرمائی کہ اہل محفل عش عش کرتے رہ گئے۔ بعدہ محفل طعام لگی۔ حضور ریحان ملت ہاتھ دھونے کے لئے اُٹھے تو میرے والد محترم فورا پیتل کا آفتابہ لے کر سامنے آگئے کہ ہاتھ دھلا سکیں۔ اس پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ سید صاحب آپ عمر کم ہوئے تو کیا ہوا آپ بھی آقا زادے ہیں۔ یہ کہہ کر لوٹا ہاتھ میں لیا اور خود سے ہاتھ دھو لئے۔ جس پر حاضرین محفل نے ایک نعرہ لگایا ''محبّ اہل بیت زندہ باد، شہزادۂ اعلیٰ حضرت زندہ باد''۔

اس طرح کے واقعات بے شمار ہیں۔ ۱۲۲۳ھ سے لے کر ۱۴۴۶ھ تک خانوادۂ معظمیہ گواہ ہے کہ زمانہ بدلا لیکن جو احترام سادات، خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی میراث ہے، آج بھی وہ باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اسی کی دعا اعلیٰ حضرت نے اپنے اس شعر میں بھی کی تھی کہ ؎

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدی کے واسطے

حضرت جیلانی میاں۔ درخشاں منارۂ ہدایت

از۔ مفتی محمود احمد رفاقتی

نورانی نام، نورانی صورت اور نورانی سیرت۔ درود اسم اعظم کے عاشق ووالہ وشیدا۔ ذاکر بندوں کے درمیان مولا تعالیٰ کے خاص کرم کی نشانی کے مصداق۔ حضرت بابرکت رفیع الدرجت مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں ؎

اے اسد ان مہ جبینوں کے لیے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

ان کے نوروالی نورانی داڑھیِ مبارک دیکھئے، تو محو حیرت بنے رہیے۔ ان کی دلداری اور دل آسائی کی اداؤں کے اسیر اب بھی بہت سے حضرات موجود ملیں گے۔ ان کی درد میں ڈوبی صدا کانوں میں ابھی بھی گونج رہی ہے۔ کن کن اداؤں اور صفات کا ذکر کیجئے اور کن کا ذکر چھوڑیے۔ وہ بڑے تھے اور بہت بڑے باپ کے بیٹے تھے اور اونچوں سے اونچے دادا کے پوتے تھے۔

حضرت جیلانی میاں اپنے بزرگوں کے خلف ہی نہیں ''نعم الخلف'' تھے۔ پوت ہی نہیں سپوت تھے۔ کوئی وجہ نہیں جو حضرت عاشق رسول مولانا ابوالفتح عبیدالرضا محمد حشمت علی خان قادری رضوی مجددی اور تاج العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد عمر نعیمی اشرفی مرادآبادی کی روایتوں کو نہ مانا جائے۔ دونوں کا بیان ہے، نہیں بلکہ ان کی روایت ہے اور بیان حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کا ہے: حضرت جیلانی میاں بچے تھے جب ان کو دیکھ کر بزرگوں میں بزرگ تر دادا نے فرمایا: (رکیے! --حضرت حجۃ الاسلام کی ولی عہدی کا اعلان ہو چکا ہے۔ جانشینی کا عمامہ بندھ چکا ہے۔ خرقہ پوشی ہو چکی ہے۔ انوار و برکات سے معمور منور مجلس میں جاں نشینی کی نذر گزر چکی ہے)۔ حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے فرمایا:

''یہ بچہ اپنے باپ سے بھی عظیم تر ہوگا''

ان بزرگوں (علامہ حشمت علی اور مفتی عمر صاحبان) کی روایت کی تکذیب کر کے کون بد باطن بنے گا؟ عظیم تر کی پیش گوئی ہی پر فضائل کے باب کا اختتام نہیں ہوا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے فرمایا:

''ایک وقت آئے گا جب یہ پوتا میری زبان ہوگا''

زبان جو ایک ''مضغۂ گوشت'' (گوشت کا ٹکڑا) ہے، وہ ہوگا؟ ایسی مراد لے کر کون اپنے آپ کو کم سوادوں کی فہرست میں شامل کرائے گا؟ (بلکہ اس سے مراد) وہ زبان جس سے حق نکلتا تھا۔ وہ زبان جو باطن و اسرار کے حقائق و دقائق کی کاشف و کشاف تھی۔ جس کی حرکت کی برکت سے گرہ کشائی ہوتی تھی۔ جس کے جود و کرم سے شرق وغرب، عرب وعجم فیضیاب تھے۔

حضرت جیلانی میاں سعادتوں کے پیکر تھے۔ وہ بلند اقبال و طالع فرد فرید تھے۔ بلند اقبالی ان پر نثار تھی۔ ابر رحمت ان پر گہربار تھا۔ مدینے والے سرکار ﷺ کا ان پر خاص ترین کرم تھا۔

مدینے والے سرکار کے فرزند (حضرت سید ابراہیم مدنی علیہ الرحمہ) ''مدینہ منورہ'' سے تشریف لاکر ''آستانہ رضویہ'' کو اپنی برکتوں سے نواز رہے تھے۔ حویلی سے نوید مسرت آئی:

''حضور کو پوتا مبارک ہو۔ بڑے مولانا کے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔''

مبارک وسلامت کی صدا کان میں پڑی۔ عزت و طالع خدا۔ عقیقہ کا دن آیا۔ نام رکھنا تھا۔ ناموں کی تجویز ہوئی حضرت سید ابراہیم مدنی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''ابراہیم رضا نام رکھیے، میری یاد قائم رہے گی۔''

حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے بہت مسرت سے قبول فرمایا۔ زبان حق ترجمان گویا ہوئی:

''یہ سرکار کا عطیہ ہے۔''

حفید اکبر، ابراہیم رضا کا پکارنے کا بھی ایک نام چاہیے تھا۔ الہام باطن نے ''جیلانی'' تجویز کرا کر حضرت سرکار غوثیت کی یاد قائم کرادی۔ رحمتوں، نوازشوں کی موسلا دھار بارش کی ضرب المثل اور کہاوت صادق آئی۔ حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے مرکز عقیدت اور قبلۂ دل، نور العارفین، حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ نے سیدی محی الملۃ والدین حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کو اپنے مرحوم صاحبزادے، حضرت سید شاہ عبد البرکات ''آل الرحمٰن'' کا نام نامی مرحمت فرمایا۔ اسی نام پاک کا ایک جز ''جیلانی'' باقی رہ گیا تھا، حضور پرنور اعلیٰ حضرت نے یہ نام اپنے پوتے کو مرحمت فرما کر پیر و مرشد کی ساری نعمتیں سمیٹ لیں۔

کون کہہ سکتا ہے کہ اس نام نے اپنا جلوہ نہیں دکھایا؟ وہاں نام یادگار کے لیے تھا۔ یہاں یاد کو باقی رکھنے کے لیے تھا۔ پھولا پھلا رضا کا چمن اسی گل نو بہار سے۔ حضرت جیلانی میاں کو خاندانی رخ سے دیکھئے تو پدری اور مادری دونوں طرف سے ''دودمانِ نقوی'' کے چشم و چراغ۔ نانی اماں اعلیٰ حضرت کی بڑی ہمشیرہ۔ والدہ بھانجی۔ گوشت بھی انہی کا۔ خون بھی انہی کا۔ دودھ بھی انہی کا۔ نام بھی ان کا۔ سب ان کا۔ دادا جان، دادی جان، نانا جان، منجھلے دادا، چھوٹے دادا، والد مکرم، چھوٹے چچا معظم۔ سب کی گود میں سب کا پیار، سب کی شفقت۔ کون تھا جس کے دل کے سرور نہ تھے، آنکھ کے نور نہ تھے۔ پاؤں پاؤں چلنے کا وقت آیا، لپکتے اور دادا جان کے مرکزی انوار میں جا پہنچتے۔ مسکراتے، گود میں جا بیٹھتے۔ ایسی گود ''جس کے قدموں کا دھوون آب حیات'' قلوب اہل ولا کا مسجود۔ اس پر نشست، تخت شاہی کا جلوس، ایک نہیں ہزار بھی اس پر نثار۔ حضرت جیلانی شاہوں کے شاہ۔ جلوس فرماتے۔ بزرگی و برتری، فضائل کا نشان، اس سے ملتا ہے۔ بزرگوں کی وہ کون سی خوبیاں اور محاسن کا وہ کون سا حصہ ہے جو ان کے حصے میں نہ آیا۔

علم آموزی کا زمانہ آیا۔ حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا تلمذ حاصل ہوا۔ دادی جان کے شاگرد بنے۔ والد بزرگوار سے تعلیم پائی۔ حضرت مولانا احسان علی محدث فیض پوری نے پڑھایا اور استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ رحم الٰہی نے توجہ گرامی مبذول فرمائی۔ شمس العلما حضرت علامہ ظہور الحسین مجددی، صدر المدرسین ''دار العلوم اہل سنت منظر اسلام'' نے فیض دینیہ وعقلیہ سے سیراب فرمایا۔ تکمیل ان کے صاحبزادہ نور العلماء حضرت مولانا نور الحسین مجددی رامپوری نے کرائی۔

1329ھ کا سن تھا۔ حضرت جیلانی میاں قدس سرہ کو

حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے فرط محبت میں مرید فرما کر مراد بنالیا۔ دفتر اسمائے مریدین میں اپنے مبارک حق بار قلم سے نام درج فرما کر ''خلیفہ بشرط علم و عمل'' تحریر فرمایا۔ خلافت کے لیے علم و عمل شرط ہے۔ علم و عمل نے حضرت جیلانی میاں قدس سرہ سے زیبائی پائی ہے۔

ان کا درس حدیث، درس قصیدۂ بردہ کے انوار و برکات مشہور عام ہیں۔ حضرت جیلانی میاں کے احوال کے ضبط بیان کے لیے صاحب حال ہونا ضروری ہے۔ وہ صاحب حال بزرگ تھے۔ ان سطور میں ان کی علمی اور دینی خدمات و کارناموں کا بیان ملحوظ خاطر ہے۔ وہ اپنی طرف سے ایسا بالکل نہیں۔ ان کا بیان ان کے قلم سے۔ ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' کا پہلا شمارہ پیش نظر ہے۔ اس کی روشنی میں۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس بلند و بالا شخصیت نے دین پاک کی کس کس حیثیت سے خدمت فرمائی۔

بریلی شریف کے عرش آستاں، آستانہ عالیہ برکاتیہ رضویہ سے خدمت دین پاک کے لیے دو ماہوار رسالے جاری ہوئے۔ ہنامہ ''الرضا'' اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ظاہری حیات میں جاری ہوا۔ دوسرا رسالہ ماہنامہ ''یادگار رضا'' جماعت رضائے مصطفیٰ نے نکالا۔ اس کے مدیر حضرت مولانا قاضی احسان الحق نعیمی اشرفی بہرائچی تھے۔ پہلا شمارہ 1344 ہجری میں شائع ہوا۔ صفحہ تین پر سرِ صفحہ، حضرت حجۃ الاسلام کا حمدیہ کلام ہے. اس کے نیچے حضرت جیلانی میاں کی فارسی نظم ہے۔ شروع میں کلام حضور حجۃ الاسلام

بسملا ومحمدلاً ومسبحلاً ومهللا
ومحمدا ومصليا ومسلما ومحوقلا
ومجعفلا ومدمعزا ومطلها مجلة
رضوية حسناتها بركاتها فتقبلا

مجلّہ ''یادگار رضا'' کی اشاعت پر مفسر اعظم ہند علامہ الشاہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں کا ایک فارسی کلام۔

مجلّہ کہ ایدوں بدیساں برآمد
بایزد کہ ارمان ارماں برآمد
بعلم کلام آمدہ ماتریدی
بفقہ حنفی چو نعماں برآمد
بہ بزم روایت زانوار سنت
بمصباح مشکوٰۃ ایماں برآمد
صلائے تعرف صدائے تصوف
بگوش حقیقت نیوشاں برآمد
نشیدی حجازی بہ گلبام بلبل
سرودے زگلبانگ مستاں برآمد
بشعر وسخن بلبل خوشنوا
بصحن گلستاں غزلخواں برآمد
زلازل درجداث نجدی فتادہ
زاجساد وہابیہ جاں برآمد
خوشا نسخہ از اراشات حکمت
شفائے دل وراحت جاں برآمد
بیاد رضا ''یادگار رضا''
تسلی دہِ درد ہجراں برآمد
براہیم چوں غرد راداد جنبش
غریو از بزیرے نیستاں برآمد

امام احمد رضا اور حواشی حدیث۔ایک جائزہ

از۔علامہ شمس الحسن شمس بریلوی

صاحب ''نزہتہ الخواطر''، حکیم عبدالحئی ندوی نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان قدس اللہ سرہ کی مختصر سوانح حیات '' نزھة الخواطر'' کی جلد ہشتم میں بیان کی ہے اور ان کے کمالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعتراف حقیقت کیا ہے کہ

ینـدر نظیره فی عصره فی الاطلاع علی الفقه الحنفی جزئیاته یشهد بذلك مجموعة فتاواه و کتابه "کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم" الذی الفه فی مکة سنة ثلاثة وعشرین وثلاث مائة والف۔

اس اعتراف کے ساتھ یہ بھی تحریر کیا ہے:

وکان راسخاً طویل الباع فی العلوم الریاضیة والهیئة والنجوم والتوقیت والرمل والجفر مشار کاً فی اکثر العلوم۔

اور لکھتے ہیں:

قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر۔

(نزہتہ الخواطر جلد ہشتم ص ۴۱ مطبوعہ کراچی)

قارئین! انصاف شرط ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی علم حدیث میں بصیرت، ان کے تبحر اور متونِ احادیث مبارکہ پر ان کا آہنی استحضار، آپ سے دادطلب ہے، میں یہاں عقیدت وارادت کی جنبہ داری اور پاسداری سے بالکل ہٹ کر چند حقائق آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں جن سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رضا علم حدیث میں کس منزل پر ہیں اور ان کو متونِ احادیث (روایات) پر، کیا بصورت روایت اور کیا بطریق فن درایت، آپ کو دسترس حاصل ہے اور علم حدیث کی معروف ومشہور کتب ہی نہیں بلکہ غیر متداول کتب پر وہ جو نظر رکھتے ہیں، مصطلحاتِ حدیث جس طرح ان کے پیش نظر ہیں، جرح وتعدیل وعلل پر ان کو جو کامل عبور ہے، انواع حدیث پر جس طرح وہ قلم اٹھاتے ہیں اور وجوہ طعن سے جس طرح باخبر ہیں، طبقات المحد ثین جس طرح ان کے پیش نظر ہیں، اسانید کی صحت وعدم صحت پر جس طرح قابل بحث کرتے ہیں، مختلف طرق حدیث جس طرح ان کی قوت حافظہ محفوظ رکھتی ہے اور فن حدیث کا اہم رکن ''اسماءالرجال'' ان کی نظروں کی گرفت میں اس طرح تھا کہ وہ جب کسی راوی کا جائزہ لیتے اور کوئی وجہ طعن اس میں موجود ہوتی تو وہ ان سے پوشیدہ نہ رہتی (میں آئندہ ان تمام خصوصیات کو مثالوں کے ذریعہ متن فتاویٰ سے پیش کروں گا)۔

کیا یہ تمام محاسن، یہ تمام خوبیاں اور فن حدیث پر تبحر کی یہ تمام آیات اس پر دال نہیں ہیں کہ جس طرح علم فقہ ان کی طبع وقار کی پوری پوری گرفت میں تھا اور جس کا اعتراف ہر ایک نے کیا ہے خود صاحب نزہتہ الخواطر نے جس طرح اعتراف کیا ہے، علم حدیث میں بھی انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔

قارئین کرام! پیش نظر نکات فن حدیث پر امام احمد رضا

نے جو دادِ تحقیق دی ہے کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش باقی ہے کہ وہ ''قلیل البضاعة فی الحدیث'' تھے اور اگر اس قول ''قلیل البضاعة فی الحدیث'' سے مراد یہ ہے۔ جس کی حیثیت صرف ایک امر قیاسی کی ہوسکتی ہے۔ کہ آپ درس حدیث میں اپنا وقت صرف نہیں کرتے تھے بلکہ تمام وقت مسائل فقہی کی تحقیق میں صرف فرماتے تھے، تو ہمارے علمائے سلف میں ایسے ہزاروں افراد گزرے ہیں کہ وہ درس حدیث مبارکہ میں مشغول نہ ہوسکے، خود حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کی مجلس تدوین فقہ کے محترم و بلند پایہ اراکین کی مثال سامنے ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہستی امام وقت، سر آمد روزگار اور علمائے عصر کے سروں کا تاج تھی لیکن ان میں کوئی ایک بزرگ بھی ایسا نہیں ملے گا جو اپنا وقت درس حدیث میں صرف کرتا ہو، بلکہ مجلس تدوین فقہ میں تمام وقت تفریع مسائل اور اس کے نکات کی صحت و عدم صحت پر صرف ہوتا تھا اور اس طرح کتب فقہی کی تالیف و تدوین ہوتی تھی۔ خدانخواستہ (معاذ اللہ معاذ اللہ) وہ درس حدیث کو کم مایہ نہیں سمجھتے تھے البتہ تفریع و تخریج مسائل کا حکم ان کی نظر میں زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔

اور اگر اس قلیل البضاعة فی الحدیث سے صاحب نزہۃ الخواطر کی مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث مبارکہ پر امام احمد رضا کی تصانیف بہت کم ہیں اس لیے وہ قلیل البضاعة ہیں تو اس عظیم اور اہم کام کا اختتام تو چوتھی صدی کے خاتمہ ہی پر ہو گیا تھا۔ یہ جو کچھ سرمایہ صحاح و مسانید، معاجم وغیرہ ہے یہ سب پانچویں صدی سے قبل کی مساعی جمیلہ کا حاصل اور نتیجہ ہے۔

صاحب ''مفتاح السنة'' نے بہت ہی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ

''متقدمین اور متاخرین راویان وحاملان حدیث کے درمیان حد فاصل تیسری صدی ہجری کا تقریباً اختتام ہے، ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تیسری صدی ہجری سنت کی خدمت، تحقیق اور اس کے راویوں کی تنقید کے لحاظ سے ایک نہایت مبارک صدی تھی، پھر ان کے بعد آنے والوں میں بجز چند کے سب حضرات ان ہی کے خوشہ چین ہیں کہ ان کی تصانیف، ان ہی احادیث پر مشتمل ہیں جو ان کے متقدمین جمع کر گئے تھے اور تنقید روایات میں بھی یہ متاخرین اپنے متقدمین ہی پر اعتماد کرتے تھے۔''

قرن چہارم ہجری کے سلسلے میں صاحب ''مفتاح السنة'' کہتے ہیں کہ:

''راویوں کی زبانوں سے سنی ہوئی احادیث وسنن کو جمع کرنا اور مسندوں سے رجال کی تنقیح اور جانچ پڑتال، پھر ان کے درجات ومراتب اور حیثیتوں کا تعین کرنا اور صحیح حدیث کا سقیم حدیث سے تمیز کرنا یہ سارے کام چوتھی صدی ہجری کے اختتام پذیر ہوتے ہوتے منتہی ہوگئے کہ اس وقت شمع اجتہاد بجھ رہی تھی اور ان میں تقلید کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھ رہا تھا۔ اسی لیے اس دور کی اکثر کتب (حدیث) کو تم پاؤ گے کہ ان میں یا تو صرف پہلے دور کی کتب (حدیث) کی تہذیب وتزئین کی کارگذاری ہوگی یا پراگندہ اور منتشر چیزیں ایک جگہ جمع کردی گئی ہوں گی یا پھر غریب الفاظ کی توضیح و تحقیق ہوگی یا ترتیب میں کوئی جدت ہوگی یا اختصار، تقریب کی روش اختیار کی گئی ہوگی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چوتھی ہجری کے بعد کی اکثریت نے اسناد رواۃ کے باب میں جو کچھ کیا ہے وہ سب کا سب اس صدی

کے پہلے کی صدیوں کے ائمہ حدیث کا کیا ہوا تھا۔''

(مفتاح السنۃ، عربی سے اردو)

اب آپ ایک صراحت اسی قبیل کی ابن خلدون کے قلم سے بھی ملاحظہ کیجئے، علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم الحدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں تخریج احادیث کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور متقدمین کی تالیفات پر استدراک کا کوئی نام بھی نہیں لیتا، یعنی کسی ایسی حدیث سے متعارف کرانے کی کوشش نہیں کی جاتی، جس کو متقدمین نے ذکر نہ کیا ہو، اس لیے کہ حالات وواقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ان ائمہ سلف نے جن کی ایک بہت بڑی تعداد تھی اور جن کے زمانے باہم ملحق تھے اور جن کی سعی وجہد اور کدوکاوش میں کوئی فروگذاشت نہیں تھی۔ حدیث وسنت کے باب میں ادنیٰ سی بھی غفلت نہیں کی اور کوئی گوشہ انہوں نے ایسا نہیں چھوڑا جہاں سے حدیث کی دریافت ہوسکتی ہوا اور وہ وہاں (اس کے حصول کے لیے) نہ پہنچے ہوں، اب ان متاخرین کو اپنی تحقیق اور دریافت کی کارگذاری کا موقع کہاں سے ملے۔ اس لیے اس زمانے کے ائمہ فن کی تمام توجہ امہات میں شمار ہونے والی تالیفات کی تصحیح اور ان کے مصنفین سے روایت کو یاد کرنے میں صرف ہوتی ہیں اور وہ بس یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے مولفین تک کا سلسلہ استناد درست ہے یا نہیں اور سند میں حدیث کی مقرر شرائط اور اس کے ضوابط کے مطابق ہیں یا نہیں۔''

(مقدمہ ابن خلدون)

پس یہ کہنے میں تامل نہیں کہ تیسری صدی ہجری، تدوین علم حدیث کا درخشندہ دور تھا اور سنت کی خدمت کے لیے ایک بابرکت زمانہ، کہ اس زمانے میں بڑے بڑے محدثین اور بلند مرتبت مولفین اور نقد روایات میں مہارت تامہ رکھنے والے ارباب فن پیدا ہوئے اور اسی قرن میں چند کتابوں کا ایک ایسا آفتاب، سنت کے آسمان پر طلوع ہوا جس نے ساری دنیا کو منور کردیا اور جن کے دامن میں معدودے چند کے سوا تمام صحیح احادیث سمٹ کر آ گئی ہیں، جن پر تفریع مسائل میں تمام اہل علم نے اعتماد کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں جو صراحت صحاح، معاجم ومسانید وغیرہ کی گئی ہے، بقید نام مولف اور عصر تالیف، اس میں آپ دیکھیں گے کہ ان مولفین کرام کے سر پر تیسری صدی کا آفتاب فروزاں اور تاباں ہے۔

آپ صحاح ومسانید ومعاجم کے مصنفین میں بمشکل ہی کسی حنفی کا نام نامی پاسکتے ہیں۔ ان کے مصنفین وجامعین تمام تر حضرات شوافع ہیں بالکل اسی طرح جیسے فقہ میں جو اصل دین ہے آپ کو ہزاروں کتابیں نظر آئیں گی اور ان کے جامعین اور مولفین تمام تر حنفی حضرات ہیں جبکہ علمائے شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ میں صرف معدودے چند حضرات آپ کو ایسے ملیں گے جو تدوین فقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

فقہ شافعیہ میں صرف ''کتاب الام'' حضرت ادریس شافعی کی یادگار ہے یا امام غزالی کی ''الوجیز''، علامہ ابن حجر کا ''فتاویٰ الحدیثیہ''، علامہ ابوالفضل کی ''بنایۃ''، ''الغایۃ'' کی شرح ہے۔ علامہ سبکی (تقی الدین) کا فتاویٰ، علامہ سیوطی کی ''الاشباہ والنظائر'' اور امام ابواسحاق شیرازی کی مشہور کتاب ''المھذب'' اور امام النووی کا فتاویٰ معروف بہ ''المسائل منثورہ'' یہی چند کتب فقہ علمائے شوافع کی یادگار ہیں یا بعض ان کتب کی شروح، ان کا فقہی سرمایہ ہیں۔

فقہی مالکی میں دیکھئے تو ابن جزری کی کتاب ''القوانین

الفقیہ فی تلخیص مذہب مالکی ''ابن عاصم کی ''تحفۃ الکلام''، ابن فرزون کی کتاب ''تبصرۃ الاحکام ''القوافی کی ''کتاب الاحکام ''یا بعض مذکورہ کتب کی شروح مذہب مالکیہ کا فقہی سرمایہ ہیں۔

فقہ حنبلی کی طرف نگاہ تجسس دوڑائیے تو صرف ابن قیم جوزیہ، ان کے شاگرد ابن تیمیہ اور ابن رجب (ابوالفرح عبدالرحمٰن) اور ابن قدامہ کی معدودے چند تصانیف ہیں، جیسے ''اعلام الموقعین، الطرق الحکمیۃ فی السیاسیۃ الشرعیۃ، مجموعۃ رسائل کبریٰ، کتاب المغنی ''اور بس، جبکہ فقہائے احناف کی تصانیف کا تذکرہ کئی جلدوں میں آئے گا۔ ہزاروں کتب اور ہزاروں فقہی مصنفین احناف آپ کو تدوین فقہ ومسائل فقہیہ کی تنقیح کی محفل میں نظر آئیں گے۔

وجہ صرف یہ ہے کہ ان محدثین کرام نے صرف تدوین حدیث کی طرف توجہ فرمائی اور روایت و درایت کے ضوابط وقواعد کے تحت احادیث کریمہ کو جمع کیا۔ ان کی تلاش وتجسس قابل تحسین ہے لیکن انہوں نے ان احادیث سے استنباط وتفریع مسائل کا کام نہیں لیا۔ یعنی ہر ایک محدث فقیہ نہیں ہوتا جبکہ اس کے برعکس مجتہدین فقہائے احناف نے احادیث کو درایت کی کسوٹی پر کسا اور پھر ان سے مسائل استنباط کیے اگر وہ محدث (ماہر فن حدیث) نہ ہوتے، تو تفریع مسائل کا کام کس طرح کر سکتے تھے، ہر فقیہ کا محدث ہونا ضروری ہے۔ جب تک وہ فن حدیث کی اصل روایت اور درایت کے مالہ و ماعلیہ سے کامل وقوف نہیں رکھے گا وہ تفریع مسائل پر کب قلم اٹھا سکتا ہے، جو فقیہ جس قدر بالغ نظر ہوگا اس کی حدیث مبارکہ اور فن حدیث پر نظر اتنی ہی بلیغ ہوگی۔ بس کسی فقیہ کے لیے یہ کہہ دینا کہ وہ فن حدیث میں ''قلیل البضاعۃ'' ہے۔ ایک بالکل غلط خیال ہے۔ جس کو حقیقت سے کچھ واسطہ نہیں۔

پھر یہ کہ تدوین وتالیف حدیث مبارکہ کا مقدس اور اہم کام چوتھی صدی ہجری میں ختم ہوگیا تھا، اس کے بعد جو کچھ اس مقدس ومبارک موضوع پر کام ہوا اس کی صراحت میں صاحب ''مفتاح السنۃ'' کے دو اقتباسات میں گزشتہ اوراق میں پیش کر چکا ہوں۔ اس حقیقت کے بعد اس خصوص میں کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ صرف اس برصغیر پاک وہند ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام میں کوئی مہتم بالشان کام اس سلسلہ میں انجام پذیر نہیں ہوا۔ بجز اس کے کہ یا تو ''اربعین'' (چہل) کی تدوین کی گئی اور ''ادعیۂ ماثورہ'' کو ہر موئف نے اپنے مخصوص انداز سے مرتب کیا اور اپنے حسب منشاء نام سے موسوم کردیا۔ یا مختلف موضوعات پر منطبق ہونے والی احادیث کریمہ کو جمع کر دیا گیا جیسے اس صدی میں پاکستان میں ''زاد راہ'' اور ''راہ عمل'' نامی مجموعے تالیف ہوئے، ان کی افادیت سے انکار نہیں، لیکن یہاں بات ہورہی ہے مجموعہ ہائے احادیث کی۔ یعنی چوتھی صدی ہجری کے بعد حدیث مبارکہ کے موضوع پر اس حیثیت سے تو کام نہیں ہوا جو تیسری صدی میں ہوا تھا لیکن جیسا کہ آپ صاحب ''مفتاح السنۃ'' کا قول یا تبصرہ پڑھ چکے ہیں، تہذیب وتزئین، اضافہ اور ترمیم کا کام جاری وساری رہا۔

جمع بین الکتب ستۃ: چھٹی صدی ہجری میں محدث ابوالحسن زین بن معاویہ العبدری (م ۵۳۵ھ) نے بخاری اور مسلم،

موطا، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی احادیث کو ایک جگہ جمع کرایا اور ابواب کے لحاظ سے اس کو مرتب کیا اور ان کے کام کو خوب سراہا گیا۔ اگر چہ ان سے پہلے محدث ابوبکر احمد بن محمد برقانی (م ۴۲۵ھ) اور محدث ابومسعود ابراہیم بن محمد دمشقی (۴۶۱ھ) اور محدث ابوعبداللہ حمیدی (م ۴۸۸ھ) نے بخاری اور مسلم کی احادیث کو جمع کیا تھا لیکن کتب ستہ کی جمع کا کام نہیں ہوا تھا۔ جمع بین الکتب ستہ میں صرف متون احادیث کو یکجا کیا گیا تھا۔ شرح، تفسیر اور تعلیقات سے ان کو عاری رکھا تھا۔ ان کتب میں محدث رزین کی کتاب کو زیادہ پسند کیا گیا۔ محدث رزین کی جمع بین الکتب ستہ کے بعد علامہ محدث امام ابوالسعادت مبارک بن اثیر جزری (م ۶۰۶ھ) نے محدث رزین کی جامع اور امہات کتب حدیث کو اپنی تذہیب اور ترتیب ابواب کے ساتھ جمع کیا اور ''جامع الاصول'' نام رکھا، آخر میں لغات غریب کی تشریح اور مشکل اعراب کو بھی بیان کر کے اس کو زیادہ دلکش اور مفید بنادیا ہے۔

نویں صدی ہجری میں مفسر و محدث شہیر علامہ حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی نے صحاح ستہ اور دس مشہور مسانید کو جمع کیا اور ''جمع الجوامع'' سے اس مجموعے کو موسوم کا جو متون احادیث کے اعتبار سے ''جامع الاصول'' سے کہیں زیادہ ضخیم ہے لیکن ناقدین اور مبصرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کی ترتیب میں صحیح وسقیم کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

دسویں صدی ہجری میں اس برصغیر پاک و ہند میں ایک مفسر و محدث علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان جونپوری (اصل برہان پوری) المعروف بہ ''علی متقی'' نے ایک بہت ہی عظیم اور مفید کام سرانجام دیا یعنی انہوں نے علامہ سیوطی کی ''جمع الجوامع'' اور ''زوائد واکمال'' کی تمام احادیث کریمہ کو بہ ترتیب حروف تہجی جمع کیا، پھر جامع الصغیر اور زوائد کی تبویب کی۔ ''جمع الجوامع'' سے کسی قولی یا فعلی حدیث کا اس وقت تک نکالنا ممکن نہ تھا، جب تک قولی حدیث کا لفظ آغاز یا فعلی حدیث میں راوی کا نام معلوم نہ ہو۔ محدث عظیم علی متقی نے ترتیب کر کے اس مشکل کو دور کردیا۔ اس مجموعہ کا نام ''نهج العمال فی سنن الاقوال'' رکھا پھر باقی احادیث کی تبویب کر کے اس کا نام ''غاية العمال فی سنن الاقوال'' رکھا اس کے بعد فعلی احادیث کو ''جامع الاصول'' کی مانند مرتب کیا اور اس کا نام ''کنز العمال'' رکھا۔ اس طرح یہ کتاب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور طبع ہو چکی ہے۔

جمع کتب حدیث مبارکہ کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہا چنانچہ شیخ امام حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیتمی (م ۸۰۷ھ) نے مسند امام احمد اور بزار، وموصلی وطبرانی کی تینوں معاجم (کبیر، اوسط وصغیر) سے احادیث اخذ کر کے جمع کی ہیں اور اس مجموعہ کا نام ''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد'' رکھا۔ یہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ مگر یہ کنز العمال کی طرح مشہور ہوسکی نہ مقبول، اسی طرح علامہ فاسی (علامہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی، م ۱۰۹۴ھ) نے اور محدث نور الدین نے جامع الاصول اور مجمع الزوائد کو ایک کتاب میں جمع کیا۔

ترغیب وترہیب کے موضوع سے متعلق احادیث ہمارے سرمایہ احادیث کریمہ میں کثرت سے ہیں، امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری کی اس سلسلہ میں کوشش کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے ''الترغيب والترهيب'' مرتب کی اور اس میں ۲۵/ اہم

موضوعات کے تحت ترغیب وترہیب پرمبنی منتشر احادیث کو جمع کیا۔ المستدرك على الصحيحين بھی ایک قابل قدر کوشش ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے علامہ بغوی کی ''مصباح السنة'' پر ایزادات کیے اور جن امور کا اضافہ کیا ان کو صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ المصابیح کے مقدمہ میں بیان کردیا ہے، وہاں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

اس برصغیر میں محدث عبدالحق دہلوی (م۱۰۵۲ھ) کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس ملک میں سب سے پہلے آپ نے ''مشکوٰۃ'' کی شرح فارسی (اشعة اللمعات) وعربی (لمعات) لکھ کر یہاں کے مسلمانوں میں حدیث کے ذوق کو ایک تازہ زندگی بخشی، اسی طرح بارہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک وہند کے عظیم محدث ومفسر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نوراللہ مرقدہ نے ''مؤطا'' کی شرح فارسی زبان میں بنام ''مصفّٰی'' اور عربی زبان میں بنام ''مسویٰ'' لکھ کر ''مؤطا'' کے مطالعہ کو عام کیا۔

برصغیر پاک وہند میں کتب حدیث کی ترتیب، تہذیب و تبویب کا کام حضرت علی متقی کے سوا اور کسی نے سرانجام نہیں دیا۔ البتہ اربعین یا چہل حدیث کے بہت سے مجموعے معرب ومترجم یا غیر معرب وغیر مترجم ضرور مرتب ہوئے۔ علاوہ ازیں چودہویں صدی ہجری تک صحاح ستہ کی شرح نگاری ہوتی رہی، بخاری اور مسلم کی شروح کی طرف زیادہ توجہ کی گئی۔

اس طرح برصغیر پاک وہند میں بارہویں صدی ہجری یعنی حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد جس قدر حضرات علم حدیث سے شغف رکھنے والے گزرے ہیں، عنوان حدیث پر تصنیف وتالیف کا سرمایہ نہ رکھنے کے باعث حکیم عبدالحئ ندوی کی رائے میں قلیل البضاعة فی الحدیث ٹھہرتے ہیں۔

حالانکہ تیرہویں صدی ہجری کی ایک مشہور علمی شخصیت جس پر (بقول ندوی صاحب) ''ہندوستان میں ریاست حدیث ختم ہوتی ہے''، اس کے متعلق ''نزہۃ الخواطر'' کی یہ وضاحت غور طلب ہے جبکہ صاحب ترجمہ، مؤلف نزہۃ الخواطر کے استاد بھی ہیں۔ صاحب نزہۃ الخواطر یعنی حکیم عبدالحئ صاحب ندوی نے اپنے استاد گرامی جناب مولوی نذیر حسین دہلوی کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"ونفع بعلو مه خلقاً كثيراً من اهل العرب والعجم وانتهت رياسة الحديث فى بلاد هند۔"

یہ ہستی جس پر بقول حکیم عبدالحئ صاحب ''حدیث کی ریاست ختم ہوگئی تھی''، بھی تہذیب وترتیب وتدوین حدیث میں کوئی خدمت انجام نہ دے سکی۔ خود ان کے گرامی مرتبت شاگرد عبدالحئ صاحب لکھتے ہیں:

"ولم يكن للسيد نذير حسين كثرة اشتغال بتاليف، ولواراد ذلك لكان له فى الحديث ولا يقدر عليه غيره۔"

(ترجمہ) لیکن صد حیف کہ علم حدیث میں ان کی کوئی تالیف نہیں ہے۔ ایک ہشت ورقی رسالہ بھی یادگار نہیں ہے، البتہ:

"وله رسائل عديدة، اشهرها معيارا لحق، واقعة الفتوىٰ دافعة البلوىٰ وثبوت الحق الحقيق، ورسالة فى تحلى النساء بالذهب والمسائل اربعة كلها باللغة الاردوية۔"

آپ نے کمال علمی ملاحظہ فرمایا؟ کہ یہ تمام رسائل اردو زبان میں ہیں علاوہ ازیں ''فلاح الولی باتباع النبی''، ''مجموعۃ الفتاویٰ بالفارسی''۔

نذیر حسین دہلوی نے عربی زبان پر اپنی حذاقت اور کامل دسترس کا صرف ایک نمونہ یادگار چھوڑا ہے جو ایک ہشت ورقی رسالہ

ہے جیسا کہ صاحب نزہۃ الخواطر جوان کے شاگرد گرامی ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں:

”و رسالة فی ابطال عمل المولد بالعربی واما الفتاوی المتفرقة التی شاعت فی البلاد فلا تکاد ان تحصر وظنی انها لوجمعت بلغت الی مجلدات ضخام۔“

قارئین کرام! ریاست حدیث برصغیر میں جس ذات پر ختم ہوگئی، تصنیف وتالیف کی دنیا میں اس کا یہ مقام تھا (کہ پوری زندگی میں صرف ایک آٹھ ورقی رسالہ عربی زبان میں لکھ پائے) پس بجائے اس کے کہ کسی دوسرے صاحب قلم، صاحب فضل وکمال کے بارے میں ”قلیل البضاعۃ فی الحدیث“ کا جملہ استعمال کیا جائے، زیادہ مناسب ہے کہ قلیل البضاعۃ فی الحدیث ندوی صاحب اپنے استاذ گرامی میاں نذیر حسین دہلوی کو کہیں۔ لیکن ان کے لیے امساک قلم فرمایا اور دوسروں کے لیے جو چاہا آسانی سے کہہ دیا، (فواللعجب)

میں نے پچھلے اوراق میں ”مفتاح السنة “اور علامہ ابن خلدون کے مقدمہ سے چند اقتباسات پیش کر کے یہ امر آپ کے ذہن نشیں کیا ہے کہ کتب حدیث کی تدوین وترتیب کا تعلق صرف قرون سوم تک ہے، آپ کے سامنے میں نے تمام صحاح، مسانید، معاجم ومصنفات، ان کے مؤلفین وجامعین کے اسمائے گرامی، عصر تدوین وتالیف کی تصریح کے ساتھ پیش کردیئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ سلسلہ تیسری صدی ہجری سے کسی طرح آگے نہیں بڑھتا، اس کے بعد بطور ترتیب وتبویب واضافہ وایزاد جو کچھ کام اس سلسلے میں ہوا، اس کی بھی صراحت کردی۔ البتہ شروح کی وضاحت سے قلم کو روکا ہے کہ اس کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ شرح نگاری کا یہ کام چودہویں صدی ہجری تک اس برصغیر میں جاری وساری رہا۔

تو اگر بضاعتِ حدیث کی قلت وکثرت کا یہی معیار ہے تو اس برصغیر اور ممالک اسلامیہ کے ہزاروں محدثین اس خصوص میں بے بضاعت ٹھہریں گے۔

اور اگر حکیم عبدالحئ ندوی کی اس قول سے مراد ”درس حدیث مبارکہ“ ہے، تو اس سلسلہ میں بھی بہت کچھ عرض کیا جاچکا ہے۔

اب صرف ایک پہلو بحث کے لیے باقی رہتا ہے کہ کیا اخذ سند واجازت روایات کی کثرت وقلت کو اس کا معیار بنایا ہے؟ تو اس کا موجب کیا ہے؟ اسلاف کرام کے یہاں تو یہ معیار قائم نہیں تھا۔ جبکہ اخذ سند کا طریقہ بہت قدیم ہے اور اس کو اس قدر عمومیت حاصل ہوگئی تھی کہ حرمین شریفین کے محدثین کرام کی خدمت میں ممالک غیر سے حاضر ہونے والے حجاج کرام، ان بزرگ محدثین کی خدمت میں حاضر ہوتے، اپنا تعارف کراتے، اپنے استاذ کے تعارف کی ضرورت ہوتی، تو اس سے بھی دریغ نہ کرتے اور شیخ الحدیث سے سند اجازت روایات حاصل کرلیتے، یا چند ماہ شیخ کے درس میں پابندی سے حاضر ہوتے اور شیخ سے سماعت حدیث کی سعادت حاصل کرتے اور وقت رخصت یہ سند شیخ الحدیث سے حاصل کرلیتے اور یہ حضرات بھی اس میں بخل نہ فرماتے۔ کبھی موقع مل جاتا تو ”قراءت تلمیذ علی الشیخ“ کا شرف بھی حاصل ہوجاتا اور اس طرح حضرت شیخ کو شاگرد کی استعداد علمی کا بھی اندازہ ہوجاتا اور پھر یہ سند دینے میں پس وپیش نہ کرتے۔ اس سند کے حصول کے لیے شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضری، اس کی مدت اور تسلسل حاضری ضروری عناصر نہیں تھے۔ یہی روش مدتوں سے جاری وساری تھی، چنانچہ تیرہویں صدی

ہجری میں جبکہ حکیم عبدالحئیٔ ندوی مصنف ''نزہۃ الخواطر'' دہلی میں اپنے استاذ گرامی میاں نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اخذ سند کا حال ان کی ہی زبان قلم سے سن لیجئے۔

"وانی قد صحبته ایاماً ببلدة دهلی واجازلی اجازة عامة تامة وكتب لی الاجازة بیده الكریمة سنة اثنتی عشرة وثلاث مائة والف۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حکیم عبدالحئیٔ صاحب شہر دہلی میں صرف چند دن ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے ان کو تمام کتب کا اجازت نامہ اپنے قلم سے تحریر فرما کر عنایت کر دیا۔

قارئین کرام! بس اسی سند یا اجازت نامہ پر علمائے کرام کو قلیل البضاعت یا کثیر البضاعت کہا جاتا تھا۔ جس کے پاس جتنی زیادہ یہ سندیں یا اجازت نامے ہوتے تھے اتنا ہی اس کو علم وفضل میں قابل اعتماد اور صاحب فضل سمجھا جاتا تھا اور اگر یہ اسناد اور اجازت نامے کم ہوتے تو اس کو علم میں قلیل البضاعت سمجھا جاتا اور اگر ایسا نہیں اور راقم السطور غلطی پر ہے بلکہ بضاعت کی گراں مائیگی اور کثرت یا قلت کا حصر تصنیف وتالیف پر تھا تو اس سلسلے میں ابھی میں وضاحت سے عرض کر چکا اور یہ بتا چکا کہ برصغیر پاک وہند میں حدیث شریف کے موضوع پر جو کچھ کام ہوا اس کا حصر صرف شرح نگاری پر ہے۔ جس کا آغاز شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے فرزند رشید محدث شیخ نور الحق دہلوی ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شارح موطا اور ان کے فاضل مدقق فرزند اکبر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے کیا، یا پھر چودہویں صدی ہجری کے بعض علمائے برصغیر پاک وہند نے اس سلسلہ میں قلم اٹھایا ہے لیکن ان کی تصانیف مدتوں تک مسودات کی شکل میں رہیں کچھ ہندوستان میں شائع ہوئیں اور اکثر کو قیام پاکستان کے بعد طباعت کے مواقع میسر آئے جیسے شبیر احمد عثمانی کی ''الملهم شرح مسلم'' اب ۱۹۹۰ء میں مکتبہ رشیدیہ کراچی نے شائع کی یا اس سے چند سال قبل فیض الباری جلد اول کے نام سے شرح بخاری شائع ہوئی تھی۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حدیث مبارکہ کی کسی صحیح یا مسند کی شرح پر قلم نہیں اٹھایا کہ صحاح اور حدیث کی مشہور کتابوں کی شرحیں ہو چکی تھیں۔ ان شرحوں کی موجودگی میں مزید شرحوں کا انبار لگانے سے کیا حاصل، بلکہ انہوں نے حاشیہ نگاری کو اپنایا کہ حدیث کی کتابوں پر حواشی نایاب تھے، حواشی میں مصنف کے کلام کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اس کو زلت قلم سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اس کا تعاقب کیا جاتا ہے، جبکہ شرح میں یہ امور زیر قلم نہیں آتے۔ بلکہ اپنے لیے ایک اور راستہ تلاش کیا یعنی حاشیہ نگاری۔

اس برصغیر پاک وہند میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ حاشیہ نگاری میں منفرد مقام کے حامل ہیں، حاشیہ، تعلیق اور شرح اور ان کے دشوار گزار راستے، ان کی ابتدا، عربی ادبیات ومذہبیات میں ان موضوعات پر میں نے امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (جلد اول وجلد دوم شائع کردہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) میں پیش کر دی ہیں اور وہاں بتایا ہے کہ حاشیہ نگاری کس قدر اہم اور مشکل کام ہے۔ احادیث کے عنوان پر تمام مشہور کتب پر امام احمد رضا کے حواشی موجود ہیں اور اکثر میری نظر سے گزرے ہیں۔ ان حواشی میں تنبیہ وتصحیح، تطفل وتعاقب جیسی تمام

جہتیں موجود ہیں، اگر کتب احادیث پر امام احمد رضا کے یہ تمام حواشی یکجا شائع ہو جائیں تو اس کو ایک اہم اور شاندار مجموعہ اس موضوع پر کہا جا سکتا ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام حواشی عربی زبان میں ہیں، جس سے امام احمد رضا کی عربی انشاء پردازی پر قدرت تامہ ظاہر ہوتی ہے اور فن سے بکمال درجہ آگہی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

کتب احادیث پر حواشی کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ حاشیہ صحیح بخاری

۲۔ حاشیہ صحیح مسلم، غیر مطبوعہ

۳۔ حاشیہ جامع ترمذی، غیر مطبوعہ

۴۔ حاشیہ سنن نسائی، غیر مطبوعہ

۵۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ، غیر مطبوعہ

۶۔ حاشیہ تفسیر شرح جامع الصغیر، غیر مطبوعہ

۷۔ حاشیہ مسند امام اعظم، غیر مطبوعہ

۸۔ حاشیہ شرح معانی الآثار، غیر مطبوعہ

۹۔ حاشیہ سنن دارمی (مسند دارمی)، غیر مطبوعہ

۱۰۔ حاشیہ کنز العمال

۱۱۔ حاشیہ عمدۃ القاری شرح بخاری

۱۲۔ حاشیہ فتح الباری شرح بخاری

۱۳۔ حاشیہ ارشاد الساری شرح بخاری

۱۴۔ حاشیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

۱۵۔ حاشیہ فیض القدیر شرح جامع الصغیر

۱۶۔ حاشیہ موضوعات الکبیر، غیر مطبوعہ

۱۷۔ حاشیہ التعقبات فی الموضوعات، غیر مطبوعہ۔

عنوان حدیث مبارکہ پر ان حواشی کے علاوہ جو غیر مطبوعہ ہیں، اصول حدیث میں آپ کے چند مطبوعہ رسائل یہ ہیں:

مدارج طبقات الحدیث، الافادات الرضویہ، اصول حدیث میں اردو زبان کے اندر یہ دو رسالے مشہور ہیں: ''الہاد الکاف فی حکم الضعاف'' (اردو) اور ''الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی''۔

علاوہ ازیں اسماء الرجال کی تمام مشہور کتابوں مثلاً تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ، الاسماء والصفات پر آپ کے حواشی آپ کی دقت نظر اور فن حدیث میں روایت و درایت پر آپ کے تبحر کے گواہ ہیں۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ حواشی تو شائع نہیں ہوئے اس لیے قلیل البضاعۃ کہا گیا، تو اس طرح تو چودہویں صدی ہجری کے اوائل میں برصغیر میں لکھی جانے والی بعض شروح بھی چودہویں صدی کے اواخر میں شائع ہوئی ہیں۔ صرف تذکروں تک ان کے تذکرے محدود تھے۔ (پھر انہیں قلیل البضاعۃ کیوں نہیں کہا) جبکہ امام احمد رضا کے رسائل فن حدیث طبع اور شائع ہو چکے تھے۔ پھر بھی ان کو ''قلیل البضاعۃ فی الحدیث'' کہنے میں کوئی باک نہیں کرتے؟

کاش! حکیم عبدالحئی ندوی صاحب نے اپنے اس ارشاد ''قلیل البضاعۃ فی الحدیث'' کی تشریح کی ہوتی اور اس کے اطلاع کی کوئی کتب متعین فرمائی ہوتی تو اس پر قلم اٹھایا جاتا اور اسی نقطۂ نظر سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے سلسلہ میں ان کی مزعومہ ''بضاعت علمی'' کا جائزہ لیا جاتا۔

اعلیٰ حضرت کا آخری فتویٰ

از۔مولانا محمد انعام المصطفیٰ اعظمی

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام گزار رہے ہیں، جسم پر بڑھاپے کی لکیریں ہیں، آنکھوں میں وقت کی تھکن نمایاں ہے مگر جب بات عقیدۂ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی آتی ہے، تو یہ نحیف و معمر جسم، گویا پھر سے جوان ہو جاتا ہے۔ دل میں عشقِ رسول ﷺ کی وہی پرانی چنگاری بھڑک اٹھتی ہے اور ''قادیانیت'' کے فتنے کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ان کی روح میں ایک نئی طاقت سرایت کر جاتی ہے۔ قلم تلوار بن جاتا ہے اور ہر لفظ ایک گرجدار نعرہ بن کر قادیانیت کے کانوں کے پردے پھاڑ دیتا ہے۔

قادیانی فتنہ: دینِ اسلام اور حضرت سیدنا عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی حیات اقدس پر شکوک وشبہات کا جال پھیلا کر یہ قادیانی فتنہ برصغیر میں مسلمانوں کے ایمان وعقائد پر ڈاکہ زنی کی کوشش کر رہا تھا اور یہ ملعون قادیانی اپنے زہر آلود افکار سے اسلام کے روشن واجلے چہرے پر دھبے ڈالنے کی ناپاک جسارت کر رہے تھے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہو جانے کے باوجود متعدد تعبیروں کے ذریعے یہ قادیانی خبثاء جدید نبی کے آنے کا دعویٰ کر رہے تھے اور اس طرح مسلمانوں کے متفقہ اور اجماعی عقیدے ''عقیدۂ ختم نبوت'' کا انکار کر رہے تھے۔ میرے امام کا دل تڑپ اٹھا اور پھر اس ضعیف العمر مجاہد نے کہ جس کا جسم عمر کی آخری منزل پر پہونچنے کی وجہ سے نحیف وضعیف ہو چکا تھا۔ مگر اس کا دل۔ ہاں! وہ دل کہ جس کی ہر دھڑکن سے ''محمد ﷺ روحی فداک'' کی صدائیں آتی تھی، اس دل نے عنایات آقا سے ایسی قوت پائی کہ اس نے اپنے قلم کو خنجر کے کاری وار میں بدل دیا اور پھر قادیانی مرتدین کے خلاف اپنی حیات مبارکہ کا آخری فتویٰ بھی ''تحفظ عقیدۂ ختم نبوت وتحفظ ناموس انبیائے کرام علیہم السلام'' پر
"الجراز الديانی علی المرتد القاديانی"۔ (خدائی خنجر، مرتد قادیانی کی گردن پر) کے نام سے تحریر فرمایا۔

یہ کوئی عام تحریر نہ تھی، یہ امام اہلسنت کی روح کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی ایک گرجدار للکار تھی، جس کے ذریعہ اس محمدی شیر نے للکار کر گرجدار انداز میں گویا کہا ہو: ''اے قادیانی زندیقوں! کیا سمجھتے ہو! تم میرے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے بچ جاؤ گے؟ نہیں! اس زمین پر ابھی احمد رضا زندہ ہے اور جب تک اس کی سانسوں میں عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو باقی ہے، وہ تمہارے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دے گا۔''

یہ فتویٰ محض الفاظ کا مجموعہ نہ تھے بلکہ یہ ایمان کی روشنی، عشقِ رسول ﷺ کی تپش، غیرت وحمیت اور دینِ اسلام کی حفاظت کے لیے اسلام کے شیر کی دھاڑ تھی۔

امام اہلسنت نے اپنی زندگی کا آخری فتویٰ لکھ کر یہ ثابت

کر دیا کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ، ہر سانس اور ہر قدم رسول اللہ ﷺ کی حرمت اور ان کے ناموس کی حفاظت کے لیے وقف ہے۔

تصور کیجیے! ایک ضعیف العمر عالم کہ جس کی عمر کے آخری ایام ہیں، جس کے جسم میں ظاہری طاقت وقوت کم ہو چکی ہے، مگر جب دینِ اسلام اور نبی کریم ﷺ کی حرمت کی بات آئی تو ان کی روح میں ایسی طاقت پیدا ہوگئی کہ انہوں نے اس فتنے کے خلاف قلم کو ایسی طاقت کے ساتھ چلایا جیسے کوئی مجاہد میدان کارزار میں اپنے دشمن کے خلاف تلوار اٹھا کر ٹوٹ پڑتا ہے۔

امام اہلسنت نے اپنی زندگی کا یہ آخری فتویٰ لکھ کر ہمیں یہ درس دیا ہے کہ دین پر آنچ آئے تو محبتِ رسول ﷺ سے سرشار عاشق صادق کبھی خاموش نہیں رہتا بلکہ وہ اپنے ایمان کی طاقت سے وہی کرے گا جو امام احمد رضا نے کیا۔ نوجوانو! امام اہلسنت کے اس آخری فتوی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنی آخری سانس تک نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع کریں۔ یہ فتویٰ ہمیں یہ درس بھی دیتا ہے کہ جب تک امام احمد رضا کے ماننے والے اس دنیا میں موجود ہیں، ہم دین کی حرمت پر آخری سانس تک آنچ آنے نہیں دیں گے۔ اگر دین پر کوئی مشکل وقت آئے، تو ہمیں امام اہلسنت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کی سرخ روئی کے لیے اٹھ کھڑا ہونا ہوگا۔ سنو سنو! امام احمد رضا تمہیں آواز دے رہے ہیں کہ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی راہ میں کبھی جھکنا نہیں، کبھی رکنا نہیں، کبھی تھکنا نہیں اور کبھی تھمنا نہیں۔ اپنے نبی ﷺ کی عزت اور ناموس کے لیے آخری سانس تک لڑتے رہنا۔ یہی عشق مصطفیٰ ہے اور یہی وفاداری رسول ہے۔

نعت پاک

از۔ مفتی محمد مبین احمد مصباحی، دارالعلوم حبیبیہ رضائے مصطفیٰ یاسین مسجد وشا کھا پٹنم

سرور بخش سمندر ہے آمد سرور
نشاطِ سرعتِ صرصر ہے آمد سرور
زبان ہوش وخرد سب نے یہ کہا پی کر
''ہمارے واسطے کوثر ہے آمد سرور''
ظہور عشق کا موسم بنا لے اے منکر
جہان فکر کا محور ہے آمد سرور
خیال شوق نے بستر جمایا یہ کہہ کر
نہ جائے خشک ہے بَس تر ہے آمد سرور
عروجِ بامِ محلاتِ عشق سے پہلے
سرور و کیف کا اک در ہے آمد سرور
قرارِ جانِ بلالؔ و اویسؔ ہے واللہ
کمالِ ہستیِ بوذرؔ ہے آمد سرور
کسی کے ہاتھ لگے، کوئی دور ہو اس سے
فراق و وصل کا گوہر ہے آمد سرور
وہ کیا ہے باعثِ تخلیقِ کائنات بتا
جوابِ مردِ قلندر ہے، آمد سرور
ورق ورق ہی نہیں وہ کتاب ہستی پڑھ
جہان علم کا دفتر ہے آمد سرور
فلک کے تارے درآمنہ پہ آئے ہیں
مبینؔ دیکھ وہ منظر ہے آمد سرور

خیر وخبر

(ادارہ)

مسلم بورڈ نیپال۔قیام وسرگرمیاں

از۔ڈاکٹر مبشر حسن، ضلع سرلاہی نیپال

مسلم بورڈ نیپال کے ظہور کی تاریخ مختصر ہے لیکن معرض وجود میں لانے کی تاریخ مختصر نہیں۔ ہم نے برسوں کی ملی تفکیر کے بعد ضلعی پیمانے پر اتحاد علماء کے لیے لاک ڈاؤن ۲۰۲۰ء میں ''تحریک علمائے سرلاہی'' کو تشکیل دیا۔ یہاں الحمدللہ! علماء، مشائخ، باحثین، اسکالرس، شعراء، ادباء اور ہر فیلڈ کے ماہرین اپنے اپنے طور پر استعداد کے مطابق دین اسلام اور مذہب ومسلک نیز ملت اسلامیہ کی بخوبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بتاریخ ۲۶/جولائی ۲۰۲۱ء کو ''مدرسہ نوریہ فیضان رضا'' برہمپوری ضلع سرلاہی نیپال میں سیکڑوں علمائے کرام کے سامنے مسلم بورڈ کا مجوزہ خاکہ پیش کیا گی اور پھر الحمدللہ! ۲۷/مارچ ۲۰۲۲ء کو علمائے سرلاہی کی میٹنگ میں ''راشٹریہ مسلم بورڈ نیپال'' کی تشکیل ہوئی۔ ۲۹/بھادو ۲۰۷۹/بکرمی مطابق ۱۴/ستمبر ۲۰۲۲ء کو نیپالی آئین کے مطابق بفضلہٖ تعالیٰ بورڈ رجسٹرڈ بھی ہوگیا۔

اس بورڈ کے معین کردہ اہم اہداف ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مسلم کمیونٹی کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنا۔(۲) انسانی حقوق اور فرائض عدل وانصاف کو فروغ دینا۔(۳) دختران اسلام کی تعلیمی سطح بلند کرنا اور سماج میں حقوق نسواں کا تحفظ کرنا۔(۴) جدید سہولیات اور ٹیکنالوجی سے آراستہ عصری اسلامی اسکول، کالج اور یونیورسٹی کا قیام۔ (۵) نیشنل اداروں کے ساتھ تعاون اور سماجی فلاحی خدمات۔ نیپال وبیرون ملک مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کے لوگوں کے ساتھ اٹریکشن۔ (۶) مختلف محققین، مفکرین اور اسکالرز کو وقتاً فوقتاً لکچر کے لیے دعوت دینا اور ملک میں امن وشانتی قائم کرنا۔(۷) اپنے اسکالرز اور علمائے باحثین کی تصانیف شائع کرنا اور ایک دوسرے کو لکھنے کی ترغیب دینا، نیز سالانہ، ششماہی، سہ ماہی اور ماہانہ میگزین واخبارات کا اجراء اور قومی مفاد کے لیے دینی معلوماتی اشتہارات تقسیم کرنا۔(۸) غریب خاندانوں کی لڑکیوں کی شادی میں مدد کرنا۔(۹) یتیم بچے بچیوں کی تعلیمی امداد۔(۱۰) اردو، عربی، فارسی، نیپالی چینی اور دیگر زبانوں کے کالج آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن کا قیام۔(۱۱) اسلامی علوم کے لیے مراکز کا قیام۔(۱۲) طبی مراکز وہسپتالوں کا قیام اور غیر مستطیع ومعذور غریبوں کو دواؤں کی امداد۔

نمایاں خدمات وسرگرمیاں: پرریا مہوتری ہندومسلم فساد کے خلاف احتجاج۔☆ پرریا مہوتری ہندومسلم فساد پر نیپال کی اس تنظیم مسلم بورڈ نیپال نے بروقت ایکشن لیتے ہوئے وزیر داخلہ کو میمورنڈم پیش کیا اور بگڑے حالات کو بحال اور پرامن بنانے میں ہر ممکنہ کامیاب کوششیں کیں۔☆ ۳/جنوری ۲۰۲۳ء کو جامعہ حنفیہ غوثیہ جنکپور میں نیپال اوپن یونیورسیٹی میں اسلامک اسٹڈیز کے داخلہ کے سلسلے میں مسلم بورڈ نیپال کا تاریخ ساز تعلیمی بیداری اجلاس منعقد ہوا، جو امید سے زیادہ کامیاب ہوا۔☆ ۳۰/جنوری ۲۰۲۳ء بروز پیر بمقام مدرسہ جیلانیہ ملنگوا ضلع سرلاہی مسلم بورڈ نیپال کا بنام ''مدرسہ ویدھیک وتعلیمی اصلاحات'' ایک تاریخ ساز اجتماع منعقد ہوا جس میں سرلاہی کے تمام مشہور بڑے مدارس کے عہدیداران شریک

ہوئے۔میٹنگ کے اغراض ومقاصد میں (۱) مدرسہ ویدھیک کی منظوری کے لیے جدو جہد کرنا۔(۲) مدارس اسلامیہ میں اساتذہ کی گورنمنٹ نوکریوں کے لیے راہیں ہموار کرنا۔(۳) جدید تقاضوں کے مطابق دینی مدارس کے نصاب کی تجدید وتنفیذ جیسی اہم چیزیں شامل تھیں۔☆۳۱رمئی ۲۰۲۳ء کو مدرسہ جیلانیہ ملنگوا ضلع سرلاہی میں حجاج کرام کے لئے مسلم بورڈ نیپال کا تاریخ ساز حج تربیتی پروگرام منعقد ہوا۔☆تحریک علمائے سرلاہی کے زیر اہتمام مسلم بورڈ نیپال نے ۲۱راگست ۲۰۲۳ء بمقام مدرسہ جیلانیہ ملنگوا ضلع سرلاہی مدھیش پردیش میں ''تحفظ سنیت'' کے لیے تاریخ ساز میٹنگ منعقد کی جس میں بہار و نیپال کے اکابر ومشاہیر علماء ومشائخ نے شرکت کی۔☆ملنگوا اور ہریپوروا نگرپالیکا میں تربیت اطفال اور انسانی حقوق کے عنوان پر مختلف مواقع سے ۲۰۲۳ء میں تقریبات کا انعقاد کیا۔☆۲۶رستمبر ۲۰۲۳ء ملنگوا فسادات متاثرین کے لئے مسلم بورڈ نیپال نے کیمپ لگا کر راحت رسانی کا کام کیا۔☆فلسطینی مظلومین کے لیے حسب استطاعت مسلم بورڈ نے فلسطینی سفارت خانہ دہلی کے توسط سے ۲۶ر دسمبر ۲۰۲۳ء کو امداد ارسال کی۔☆۳۰ر دسمبر ۲۰۲۳ء کو نیشنل عام اجلاس میں ملک کے مشاہیر سماجی وسیاسی لیڈران اور سرلاہی کے گورنمنٹ حکام کے ساتھ مسلم بورڈ نیپال نے مسلم مسائل جیسے (۱) مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور خدمات کے دائرۂ کار۔(۲) گورنمنٹ مختلف شعبوں میں مسلمانوں کی شرکت کی ضرورت واہمیت۔(۳) مساجد، مدارس اور قبرستانوں کا تحفظ اور دینی وعصری تعلیم کے فروغ کے اسباب و ذرائع۔(۴) عصر حاضر میں خدمت خلق کی ضرورت ومعنویت۔(۵) معاشرے میں بدعات ومنہیات کے سد باب کی ترکیبیں۔(۶) شادی میں رائج بدعات وخرافات کے خلاف تحریک کے عنوان پر تبادلۂ خیال کیا گیا اور اس کے تحت مسلم بورڈ نیپال اور ادارۂ شرعیہ کے باہم اشتراک وتعاون سے سرلاہی کے مختلف گاؤں اور شہروں میں منعقد شادیوں میں رائج بدعات وخرافات پر پابندی عائد کی۔مزید یہ تحریک جاری ہے۔

بحمدہ تعالیٰ! مسلم بورڈ نیپال قلیل مدت میں اپنے مخلصانہ دینی وملی اور فلاحی کاموں کی وجہ سے ملک کی مقبول ترین تنظیم ہوگئی ہے۔سماج کلیان میں رجسٹریشن بالخصوص سنشودھن دسمبر ۲۰۲۳ء کے بعد مسلم بورڈ نیپال امتیازی خصوصیات اور عظیم وکثیر اہداف کی حامل ایک طاقتور تنظیم بن گئی ہے۔تعلیمی خدمات انجام دینا اس کی اولین ترجیح ہے۔مستقبل میں دینی وعصری علوم کی امتیازی یونیورسٹی کی تعمیر کرنا اہم منصوبہ ہے۔بورڈ کا ہر ضلع میں اپنا منفرد اسکول اور ہاسپیٹل ہو، یہ اس کے بنیادی اہداف میں ہے۔ہماری کوشش ہے کہ سرلاہی میں زمین کی خریداری کے بعد بورڈ کی عالیشان عمارت قائم ہو جائے جس میں بورڈ کے دفاتر کے علاوہ دارالقضا سرلاہی، سمینار روم، لائبریری اور مختلف امتحانات کی تیاریوں کے لیے ٹیکنیکل کلاس ہال بنانے کا منصوبہ ہے۔

مسلم بورڈ نیپال کو مزید متحرک وفعال اور معتبر ومستند بنانے کے لیے ہماری یہ کوشش ہے کہ سرزمین نیپال پر اہل سنت کے جتنے بھی مشاہیر علماء، مشائخ، اسکالرز، گورنمنٹ اہم عہدیداران، ریٹائرڈ مسلم حکام، ٹیچر، پروفیسر، سماجی لیڈران، سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والے افراد، نیپال کی اہم مسلم تنظیموں اور تحریکوں سے وابستہ کارکنان اور ملک کی اہم سنی شخصیات سے روابط مضبوط کئے جائیں اور اشتراک باہمی اور مقاصد واہداف میں ہم آہنگی قائم کی جائے۔

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتی اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہ راہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلہ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور '' تحریک تحفظ عظمت اولیا '' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیا بار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کرکے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبہ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United PRINTERS BAREILLY
(M) 9319623803, 9548639384

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P BR-175/2024-25
PUBLISHING DATE : 14th] EVRY ADVANCE MONTH
POSTING DATE : 18th
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT :80 GRM

₹ 35/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian) September 2024

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اورعرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)